

اقبال اور عبید الحق

(مکتوپات اقبال کی روشنی میں)

مترجم

ڈاکٹر عتماذ حسن

○

مجلس ترقی ادب

کتب روڈ، لاہور

یہ کتاب
علامہ اقبال کی ولادت کے حین صدار
کی مناسبت سے
شائع ہوئی

۱۹۴۳ء
۲۹ دسمبر





اقبال اور عبد الحق

(مکتوباتِ اقبال کی روشنی میں)

مُرثیہ

ڈاکٹر ممتاز حسن

○

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ، لاہور

اتیال اور عبدالحق

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : دسمبر ۱۹۴۷ع

تعداد : ۱۱۰۰

لائپر

: بروفسر حمید احمد خان

نااظم مجلس ترقی ادب، لاہور

طابع

: ڈنڈ فرزین خان

طبع : فرزین آرٹ برس، ۶۱ ریلوے روڈ، لاہور

قیمت : آٹھ روپیے

آستانہِ صحوت

سید بہر مرتضیٰ ادب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

وے صورتیں الہی کس ملک بستیاں یں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں یں

فہرست

یہش لنظر : از مرتب	- - - - -	۱
مقدمہ : از مرتب	- - - - -	۹
عکس مکتوباتِ اقبال	- - - - -	۴۱
مکتوباتِ اقبال بہام ہابانے اردو	- - - - -	۴۲
حوالشی بر مکتوبات	- - - - -	۵۲
ضمیر	- - - - -	۶۱
۱۔ علامہ اقبال کی اپنی اور علامہ بر لکھی جانے والی کتب بر تبصرے : از مولوی عبدالحق	- - - - -	۷۳
۲۔ تبصرہ بر بالگ درا	- - - - -	۷۴
۳۔ تبصرہ بر "اقبال" از احمد دین	- - - - -	۹۶
۴۔ تبصرہ بر "کلیات اقبال"	- - - - -	۹۹
۵۔ تقریر مولوی عبدالحق (بوم اقبال ۱۹۵۰)	- - - - -	۱۰۴
۶۔ تصالیفِ مولوی عبدالحق	- - - - -	۱۰۶
۷۔ سد ماہی "اردو" میں اقبال کے بارے میں شائع شدہ مضامین کی فہرست	- - - - -	۱۱۳

- ۶۔ سہ سالیں "اردو" میں اقبال کی اور اقبال سے متعلق
تصالیف پر شائع شدہ تھصروں کی فہرست - - -
۱۱۲
- ۷۔ روداد آل اللہیا آردو کانفرنس ۱۹۳۶ - - -
۱۱۹
- ۸۔ عکس مکتوب قالد اعظم - - -
۱۲۶
- ۹۔ نامہ سر تیج بھادر سپرو بنام مولوی عبدالحق - -
۱۲۷
- کتابیات - - - - -
۱۲۱
- اشاریہ - - - - -
۱۲۵

پیش لفظ

مولوی عبدالحق کو دیکھئے ، منے یا ہڑھنے سے پہلے میں نے آن کی تصویر دیکھی۔ سیاہ فام چہرہ ، سفید براقِ دالہی ، ترکی ٹوبی اور جست اچکن۔ اس ہر گھنی ہونے جسم ، اشرے سے نیکی ہوئی قوتِ ارادتی اور اس کے ساتھ ایک بندی سی خشونت کا اخانہ کیجیے تو یوں سمجھئے کہ مولوی صاحب کی شخصیت کا جغرافیہ تربیا مکمل ہو گیا۔

بہر حال یہ تو تھا عکسی تعارف۔ ربا یہ کہ مولوی صاحب کون تھے؟ اس وقت ہمیں اتنا بھی معلوم تھا کہ حیدر آباد دکن میں رہتے ہیں اور آردو زبان کی ترق کے لیے کام کرنے تھے۔ ان کا نام نہ تو شاعروں میں سنا ، نہ لٹریوں میں ، نہ ناولوں میں ، نہ افسالہ نگاروں میں۔ نہ ان کی تقدیمیں سامنے آئیں ، نہ ان کی "مقدمے بازی" کا بتا چلا۔ البته جوں جوں زمانہ گزرتا گیا نہ صرف آردو زبان سے ان کی دل بستگی واضح ہوئی گئی بلکہ ان کے علمی اور ادبی کارنامے یہی مشہور ہونے شروع ہوئے۔ اب سوچنا ہوں تو یوں لکھتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے سارے کمالات بر این بنی ترق آردو کے کاروبار کا ہر دہ ڈال رکھا تھا اور وہ اپنی ساری صلاحیتوں سعیت اپنی کمکریتی شہ میں کم ہو گئے تھے۔

عکسی زیارت کے بعد مولوی صاحب کی شخصیتی ایک ایسا ہے۔ " غالباً" اس لیے کہ مولوی صاحب کی تصویر بجاۓ خود ان کی شخصیت کی ایسی صحیح تکالیفی کرفت ہوئی

کہ اکثر یہ لیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ ہم نے خود مولوی صاحب کو دیکھا ہے یا ان کی تصویر دیکھو ہے ۔ ۔ بھر حال مجھے لاہور کا ایک جلسہ باد ہے جس میں مولوی صاحب نے اقبال کی شخصیت تھی ۔ بہ اقبال سے متعلق تھا ۔ مولوی صاحب نے اقبال کی شخصیت اور شاعری پر تقریر فرمائی ۔ ابتدا کا ایک فقرہ کچھ چونکا دینے والا تھا ۔ کہنے لگئے کہ ”جب ہم یہ سنتے ہیں کہ اقبال ایک بڑا آدمی ہے تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی تولد بڑی ہے؟“ رفتہ رفتہ اصل مضمون پر آئئے اور اقبال کی آردو زبان کی خدمات کا ذکر گوم جوشی سے کیا ۔

مولوی صاحب کی زیارت لاہور میں ہوئی تو ملاقات دہلی میں، جہاں میں تقسیم سے پہلے حکومت بند کے ممکنہ مالیات میں تعینات تھا ۔ دہلی میں مجھے ان کی چلودار شخصیت کو قریب سے دیکھئے کا اتفاق ہوا اور ان کے علمی، ادبی، اسایاق اور تنقیدی کارناموں سے آکاہی ہوئی ۔ تقسیم سے کچھ پہلے ہیدر آباد دکن کی حکومت نے، جس کے مدارالعہام اُس وقت سر مرزا اسماعیل تھے، الجمن کی مالی امداد بند کر دی جو چالیس ہزار روپے سالانہ تھیں۔ کہا گیا کہ یہ الدام اس بنابر کیا گیا ہے کہ الجمن نے حسبِ قاعدہ انہی حسابات حکومتِ ہیدر آباد کو پیش نہیں کیے ۔ مولوی صاحب نے اسے سر مرزا اسماعیل کی آردو دشمنی پر محمل کیا ۔ یہ ۱۹۳۲ع کا ذکر ہے، جب بندوستان کی عبوری حکومت پر سرا اقتدار تھی اور لیات علی خان والسرائے کی کولسل کے غافل بیرون ہا وزیر مالیات

تھے۔ میں ان کا برائیوٹ سکریٹری تھا۔ میری تحریک بر لیات علی خان نے بہ تفصیل کیا کہ سالانہ امداد کی جو رقم حیدر آباد نے بند کی تھی وہ حکومت بند کی طرف سے جاری کر دی جائے۔ اس کے علاوہ دو لاکھ یا اس کے لگ بیگ کی رقم الحین کی عمارت کی تعمیر کے لئے ابھی منظور کی گئی، اور عمارت کے لیے ہارالنگ روڈ اور سکندرہ روڈ کے درمیان ایک نہایت عمدہ اور قیمتی قطعہ زمین مخصوص کیا گیا، جس کا انتخاب غالباً پہلے سے ہو چکا تھا۔ افسوس ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے، جو اس وقت عبوری حکومت کے وزیر تعلیم بن چکے تھے، اس فیصلے کو روک دیا۔ اور جب تک ہم لوگ پاکستان نہیں جلے آئے اور مولوی عبدالحق یہی نے ہمیں تک عالم میں دلیل چھوڑ کر کراچی نہیں آگئے، اس کا اجرا نہیں ہونے دیا۔

پاکستان میں ترقی اردو بورڈ قائم ہوا اور اردو لفت کی تدوین اس لئے پیدا ہوئی تو عترت زیری مرحوم نے جو اس وقت حکومت پاکستان کے مشیر تعلیم تھے، اور میں نے، منافق طور پر بہ تفصیل کیا کہ مولوی صاحب کو اس لفت کا، جو آکسفورڈ اکشنری کے نجج ہر تیار ہو رہی ہے، مدیر اعلیٰ بنایا جائے۔ چنان چہ ہم دونوں مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی منظوری سے الہیں اپنے ساتھ لا کر کرسی صدارت پر بٹھا دیا۔ اس یادگار موقع پر مولوی صاحب کا ایک ہاتھ عترت حسین نے لہاما، دوسرا میں نے۔ یہ مولوی صاحب کی عزت الزانی نہیں تھی، بلکہ ہم نے اور حکومت پاکستان نے خود اپنی عزت افزانی کی۔ تین سال تک میرا اور مولوی صاحب کا بورڈ میں سالہ رہا۔

اس سے پہلے بھی میں الجمن کی مجلس نظر میں شامل تھا۔ اور اس تاریخی جلسے میں بھی موجود تھا جہاں مولوی صاحب کو الجمن کا صدر بنایا گیا۔ یہ جلسہ پنکھے سے خالی نہیں تھا۔ سب سے پہلے ایک وزیر بالدیور کا نام الجمن کی صدارت کے لیے تجویز کیا گیا۔ اس کی خلافت میں ایک اور وزیر بلند اقبال کا نام تجویز ہوا۔ معاملے نے بحث سے بڑا کر تھی کی صورت اختیار کی تو کچھ لوگوں نے، جن میں سے ایک میں بھی تھا، یہ متبادل تجویز بیش کی کہ مولوی صاحب کی خدمات کے لیش نظر اس منصب کے لیے ان سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہے۔ چنانچہ وہ دونوں وزراء کرام آکھائے سے باہر کر دیے گئے اور فرصلہ مولوی صاحب کے حق میں ہو گیا۔ اس سے وہ دونوں حضرات لا راض ہونے اور ایک نے تو مجھے سے اہنی لا راضی کا اظہار کرنے میں کوتائی نہیں فرمائی۔ خدا کا شکر ہے کہ جلسے میں ان بعد آزماؤں میں سے کوئی موجود نہیں تھا۔ بہرحال جو ہوا سو ہوا۔

مولوی صاحب نے اپنی زندگی کے آخری دور میں جب الجمن کو ٹرسٹ کی صورت دینی چاہی تو عجیب متولی ہنسنے کی دعوت دی، جسے میں نے بخوبی فبول کیا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب ہی کے ایکاں ہر میں سے ایسی "آردو" اور سہ ماہی "تاریخ و سیاست" کی مجلس ادارت میں بھی شریک ہوا۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا۔ ایک دفعہ مولوی صاحب مجھے سے ملنے تشریف لائے۔ میں اسی زمانے میں نمبر ۴۵۶ انگل روڈ، میں رہتا تھا، جہاں آج کل گولنے السُّنْتی لیوٹ واقع ہے۔ اردو اور الجمن ترق اردو کے متعلق بالائی ہوتی۔ مولوی صاحب جانے لگے تو میں انہیں گھٹ تک

پہنچانے آیا۔ خدا حافظ کہہ کر تشریف لئے اسی جا رہے تھے کہ
بک لخت ٹھنڈکے اور بیرے نام کے بورڈ کو دیکھ کر کہا : "رسالہ"
آردو کا ایڈٹر اور اس کے نام کا بورڈ انگریزی میں اسے کہاں
تک درست ہے؟" میں نے معمذت کی، وہ سکرانے اور چل
دیے۔ وہ ایک معمولی سی بات ہے مگر اس سے مولوی صاحب کی
آردو برسی کا بتا چلتا ہے۔ الہیں یہ کسی صورت میں گوارا نہیں
تھا کہ کوفہ شخص ان کی آردو کو ہس پشت ڈال کر انگریزی یا
کسی اور زبان کو آگے بڑھانے۔ جب ہم لوگوں نے سکریٹریٹ میں
انھی ناموں کے بورڈ آردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں لکھوانے تو
اس میں مولوی صاحب کے اثر کو بھی اتنا ان دخل تھا جتنا ہماری
انھی خواہش کو۔ پاکستان کے بیٹھ برقانیں سیکریٹری کی مالا لہ رینڈیاں
تقریباً آردو میں سن کر اور فناں منظری اور اسٹیٹ ہنک میں لوٹوں
ہر ہم لوگوں کے آردو میں دستخط دیکھ کر مولوی صاحب ضرور
خوش ہونے ہوں گے۔

میں نے مولوی صاحب کو جتنا قریب سے دیکھا، الہیں ایک
باوضع، بالاصول، صاحبِ عزم اور صاحبِ عمل انسان ہاں۔ ان کی
زلدگی بادی النظر میں ایک لٹکانے سے معلوم ہوئی تھی مگر اس کا
ایک لمحہ بھی بے مقصد نہیں تھا۔ اس گھنٹے جنگل میں جس کا نام
حیاتِ انسان ہے، الہیں نے اپنا راستہ خود کاٹ کر بنایا تھا۔ الہیں
انھی منزل صافِ دکھانی دے رہی تھی اور ان کا بر قدم اس کی طرف
بڑھ رہا تھا۔ ان کی منزل ترق" آردو تھی اور الہیں نے انھی ساری
صلاحیتیں، ساری آستگیں اور ساری کوششیں ایک جھنون کی طرح

اس لیلی ہر قربان کر دی تھیں ۔ الہیں یہ کہنے کا حق تھا کہ :

حاصلِ عمرِ لثارِ درِ پاری کردم
شادم از زندگیِ خویش که کاری کردم

ابوال کے متعلق مجھے اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں
ہے کہ میں چلے ہوں ان سے ۱۹۲۶ع میں ملا ۔ یہ میری طالب علمی
کا زمانہ تھا ۔ بارہ ماں ان کے ناموں میں بیٹھا ۔ اور انھی آپ کو ان
بے شمار السالوں میں سے شہاد کرتا ہوں جن کے دل و دماغ کو اقبال
نے متاثر کیا ۔

اس پس منظر میں جب حباب بروفسر حبید احمد خاں صاحب
کا ارشاد ہوا کہ میں اقبال کے آن خطوط کو جو مولوی عبدالحق کے
لام لکھئے گئے ، ایڈٹ کروں تو میں نے فوراً اس دعوت کو قبول کیا ۔
انسوں ہے کہ اقبال کے آله سے زیادہ خط دستیاب نہیں ہو سکتے جن
میں غیر مطبوعہ ایک نہیں ۔ سات لوگوں میں جو شیخ عطاہ اللہ
مرحوم نے "ابوال نامہ" میں شائع کئے یہی ۔ اور آنہوں خط جو
سید نذیر نیازی کے کچھ ہونے ساروں کے ترجیح سے متعلق ہے ،
"انوار اقبال" میں جوہب چکا ہے ۔^۱ اس سے بھی زیادہ انسوں اس
ہات کا ہے کہ یہ مکاتیب یک طرفہ اور لا سکھل میں ، کیونکہ
مولوی صاحب کے خطوط کا کہوں لتا نہیں چلتا ۔ ان حالات میں
ابوال کے ان آلوہ مکاتیب کا ایڈٹ کرتا ایک اپنائی اور لامکام کوشش
سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ۔ البتہ اس سلسلے میں جو کچھ مل سکا

۱۔ شیخ عطاہ اللہ (مرتسب) : "ابوال نامہ" ، حصہ دوم ، ص ۲۸ - ۳۰ ۔

۲۔ ڈار ، بشیر احمد : "الوار اقبال" ، کراچی ، ۱۹۷۸ع ، ص ۲۲۰ - ۲۲۲ ۔

وہ جمع کر دیا گیا ہے تاکہ وہ کم یا بھی حوالی اور تحریراں جو اس موضوع سے متعلق ہیں اور ادھر ادھر بکھری ہڑی ہیں، یک جا محفوظ ہو جائیں۔ ممکن ہے آگے چل کر کچھ اور معلومات یہی دستیاب ہو سکیں اور اقبال اور مولوی عبدالحق کے ہامی تعلقات اور اشتراکِ عمل ہر مریزہ روشنی لٹکے۔

اس کتاب میں اولاً ایک مقدمہ ہے جس میں مولوی عبدالحق اور اقبال کے ہامی روابط ہر ایک نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد اقبال کے خطوط ہیں۔ اصل خطوط جو نیشنل میوزم کراچی میں محفوظ ہیں، ان کے عکس یہی شامل کر دیے گئے ہیں۔ یہ تمام خطوط اقبال کے قلم سے نہیں ہیں، بلکہ یہ شتر دوسروں سے اسلام کرنے گئے ہیں۔ ان میں دو خط خود اقبال کے انہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور چار سید لذیر لیازی کے رقم کردہ ہیں۔ باقی دو خطوں کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ الہیں کس نے اسلام کیا تھا۔ ان تمام خطوں ہر دستخط اقبال ہی کے ہیں، اگرچہ ان میں تھوڑا بہت فرق دکھانی دینا ہے۔ جس زمانے میں یہ خطوط لکھئے گئے، اقبال ہمارا رہتے تھے۔ اس لیے وہ عموماً انہی پاس آنے جانے والوں کو خطوط اسلام کرا دیتے تھے۔ دستخطوں کے فرق کی وجہ یہی اقبال کی بماری ہی معلوم ہوئے ہے۔ خطوط کی لقول جو اس کتابجھی میں دی گئی ہیں، اصل کے مطابق ہیں۔ البته میں نے ان کا مقابلہ مطبوعہ متنوں سے بھی کر لایا ہے، اور جہاں جہاں اختلاف نظر آئے ہیں، ان کی نشاندہی حواشی میں کر دی ہے۔ حواشی سے معلوم ہو گا کہ ان خطوں کی سابقہ اشارتوں میں بعض عبارتیں حذف ہو گئی تھیں اور بعض اصل کے مطابق نہیں تھیں۔ حواشی میں خطوط اقبال کے

نگام و مباحث طلب مقامات پر روشی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔
اس کے علاوہ متعدد خوبیے بھی اس کتابیجی میں شامل کئے گئے ہیں،
جن کا تعلق مقدمے یا حواشی سے ہے۔

اس کام میں جو مدد مجھے انہی نوجوان اور محقق دوست
مشنق خواجه سے ملی، میں اس کا کاچھہ شکریہ ادا کرنے سے قاصر
ہوں۔ اگر ان کی مشفقاتہ توجہ اور اعانت شاملِ حال نہ ہو تو اس
مقالے یا کتابیجی کی تدوین و تالیف میرے لیے ناممکن ہوئی۔ مولوی
عبدالحق کے متعلق مشنق خواجه سے زیادہ کسی کے ہاں معلومات
نہیں ہیں اور اسے میری خوش بھی کہیے کہ انہوں نے انہی مصروف
اوقات کا ایک حصہ میرے لیے نکلا۔

مناز حسن

کراچی، ۶ اکتوبر ۱۹۴۳ع

مقدمة

ابوال اور مولوی عبدالحق دو مختلف اور ایک حد تک منفاذ شخصیتوں کے مالک تھے۔ دولوں کا دالرہ لکر و عمل الک الک تھا۔ قدر مشترک اگر کوئی تھی تو محض آردو زبان۔ مولوی صاحب اقبال کی عظمت کے اس لمحے قائل تھے کہ خود ان کے انہی الفاظ میں : ”ابوال کے کلام نے آردو زبان کا مرتبہ بڑھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس میں کتنی وسعت و قوت اور صلاحیت ہے۔“^{۱۰} کراچی میں انہیں کے دفتر کے صدر دروازے ہر جل الفاظ میں اقبال کا مشہور مصرع لکھا ہوا ہے :

”گیسوے آردو ایسی منت پذیر شانہ ہے“

یہ مصرع مولوی صاحب ہی نے لکھوا یا تھا۔

آدھر اقبال کا کہنا تھا کہ ”اگرچہ (میں) آردو زبان کی بحثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، تاہم میری لسانی

۱۰۔ ”آردو“، اورنگ آباد: اپریل ۱۹۲۸ع، اقبال کی وفات ہر مولوی صاحب کا تعزیتی لوث۔

جی ہات انہوں نے انہی ایک خطیبے میں یہی کہی ہے : ”آخر میں اقبال نے اپنی قتوتِ زبان، یہ روز اور تحصیل اور افکار جدید ہے اس (زبان) کا روپیدہ اور بلند کر دیا۔“ (خطاباتِ عبدالحق، کراچی، ۱۹۶۸ع، اشاعتِ ثانی، ص ۷۱۴)۔

شعبیتِ ذاتی عصیت سے کسی طرح کم نہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ایک خط میں مولوی صاحب کو بہی لکھا کہ "آپ کی تحریک آس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی اہتمادا سرید احمد رحمة اللہ علیہ نے کی تھی۔^۱

البتہ یہ کہتا بھی صحیح ہوگا کہ اردو کے متعلق اقبال اور مولوی عبدالحق کا نقطہ نگاہ بخسان نہیں تھا۔ اقبال یقیناً یہ چاہتے تھے کہ اردو ساری دنیا میں پھیلے۔^۲ مگر ان کے نزدیک زبان خوالات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ تھی۔ اس لئے جب انہیں انکار کے لئے ایک وسیع تر فضا کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے فارسی کی طرف توجہ کی۔ ان کے خیال میں اصل اہمیت انکار اور نظریت کے اظہار اور ابلاغ کو تھی، لہ کہ ذریعہ اظہار و ابلاغ کو۔ خود ان کے ہاتھ جو لوگ آئے تھے، ان ہر زبان کے معاملے میں کسی قسم کی ہابندی نہیں تھی۔ ان کی مجلسی میں پنجابی، آردو، انگریزی جیسی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اور اقبال اپنے ہو ملاقاتی سے اسی زبان میں گفتگو کرنے تھے جس میں اسے سہولت ہو۔ مولوی عبدالحق کا معاملہ دوسرا تھا۔ وہ آردو کو عرض وسیلہ اظہار نہیں مسجیقی تھے، بلکہ اس کا وجود، اس کی ترقی اور اس کا فروغ ان کے لئے مقصود بالذات کی حریثت و کہتا تھا۔ اقبال کا آردو کی پجائی فارسی کی طرف مائل ہونا انہیں بالکل لہ بھایا۔^۳ ۱۹۶۳ء

۱۔ مکتوب ہمام مولوی عبدالحق، مورخہ ۲۷ ستمبر، ۱۹۳۶ع۔

۲۔ ایضاً، مورخہ ۲۱ اکتوبر، ۱۹۳۶ع۔

۳۔ مولوی عبدالحق کی ریڈیائی تحریر، ۲۱ اپریل ۱۹۵۲ع (ماہنامہ "قومی زبان" کراچی۔ اپریل ۱۹۶۶ع، ص ۲)۔

میں "بانکِ درا" پر تبصرہ کرنے ہوئے لکھتے ہیں :

"تابم اقبال کے ریام میں بندی اور ایسا خلوص اور جوش
ہے جو رالکان نہیں جا سکتا۔ وہ سوتون کو جگانے،
غافلتوں کو بخمار کرنے اور دلوں کو ابھارنے میں بھل
کا سا کام کریں گے۔ اس کا مقصد سیاست یا ملک کبری
نہیں، بلکہ وہ اخلاق اور روحانی ریام ہے جس کی بنیاد
اسلامی تعلیم ہو ہے اور جس کی غرض اسلامی اصول اور
آیین کی اشاعت ہے۔ جو انعامِ سُل کے ذریعے سے دنیا پر
کار فرمانی کر سکتے ہیں۔ لیکن حاتھ میں الہیں اپنے "ترانہ"
بندی" کو بالکل بیٹھلا نہیں دینا چاہیے۔ وہ خود فرماتے ہیں :
عجمی "خُم ہے تو کیا" سے تو حجازی ہے مری
لغتہ بندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری
مگر الفوس کہ بندی لغتہ روز بروز دھیا بڑلا جاتا ہے
اور ٹر ہے کہ کہیں صرف عجمی "خُم" اور حجازی پادھے ہی
نہ وہ جانے۔ اس خیال کی تعدادیں عجمی اس شعر سے ہوئی
جو بعد کا کہا ہوا ہے :

مرا ساز اگرچہ ست رسیدہ زخمی ہائے عجم دبا
وہ شہیدِ ذوقِ ولاد ہوں میں کہ نوا مری عربی زدنی
لیکن اگر ایسا ہوا تو غصب وو جانے کا۔ اس لیے ۲۹
اس درخواست میں شیخ عبدالقدیر کے ساتھ شریک ہیں کہ
وہ اپنے دل و دماغ سے اردو کو وہ حصہ دین جس کی
وہ مستحق ہے۔ خود الہوں نے خالب کی تعریف میں
چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اردو کی حالت

کا صحیح نقشہ کہیجتا ہے :

کیسوے آردو ابھی منت بذری شانہ ہے

شع یہ سودانی دل سوزی بروالہ ہے

ہم ان کا یہ شعر پڑھ کر ان سے کہتے ہیں کہ جس احساس

نہ ہے شعر ان سے تکلیفا تھا، اُس سے کام لئے کر اب وہ

اپنے کچھ عرصے کے لئے کیسوے آردو سنوارنے کی طرف

متوجہ ہوں۔ یہی خیں کہ آردو ان کے خیالات سے محروم

رہ جائے گی، بلکہ ان کا یام، جسے وہ اپنی زندگی کا منصب

خیال کرنے ہیں، تسلیہ اور اثر سے محروم رہ جائے گا۔^{۱۱}

ابوال بھی مولوی صاحب کے نقطہ نظر سے بخوبی آگہ تھے۔ جب

مولوی صاحب آردو کے بارے میں بندو فرقہ بریستون کی لٹک لفڑی

سے بیزار ہو کر مسلم لیک سے تعاون ہر آمادہ ہوئے تو یہ منیر

میں آیا کہ اقبال نے ایک بھی عمل میں ایک سوال کے جواب

میں کہا:

”مولوی عبدالحق کو مسلمانوں کی سیاسی جد و جہد سے
ہدایتِ خود کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر جب خود ان کے

۱۔ ”آردو“ اور لگ آباد، اکتوبر ۱۹۶۳ع، ص ۱۰۰-۱۰۱۔ اسی طرح
مولوی صاحب نے اپنے ۱۹۳۳ع والی خطیر میں جو اللہین اور یشتیل
کاظمیں میں دیا گیا تھا، اقبال کے متعلق کہا: ”... جس نے
حقیقت میں آردو شاعری میں جان ڈال دی تھی اور جس نے اپنی
نشوت کلام اور زور بہان سے زبان میں ایک نئی لازمی اور نیا جوش
پیدا کر دیا تھا، لیکن اس پذنسی کا کیا علاج کہ اقبال آردو
دونہ کہنے ہیں۔“ (خطبائی عبدالحق، کراچی، ۱۹۶۸ع، ص ۲۱)

ابنے معبود (یعنی اردو) ہر زد پڑی تو وہ اس تحریک میں شامل ہونے پر مجبور ہونے۔“

ابوال کے الفاظ کچھ بھی ہوں، ہر حال یہ حقیقت ہے کہ مولوی عبدالحق ایک عمر تک اردو کو بندو مسلم اتحاد کا ذریعہ اور نشان سمجھنے رہے اور اسے اسی حقیقت سے مستحدہ ہندی قومیت کے تصور کے ساتھ ساتھ دلیا کے حامی بیش کرتے رہے۔ وہ ہندی قومیت اور بندو مسلم اتحاد کو اس قدر عزیز رکھنے تھی کہ انہیں اقبال کی شاعری کا وطنیت کے تصور سے خراف مطلقاً بہت ن آیا۔ ”بانگ درا“ کے تصریح میں، جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے، فرمائے ہیں :

”لیکن اگر وہ ایک لحظے کے لئے ذرا مرٹ کر دیکھیں تو ہم انہیں ان کا ”لیا شوالہ“ دکھانا چاہئے یہی جس کی نسبت میں تعمیر ہے پہلی کھنڈر ہوا لکھا تھا۔ گو اقبال اس وقت ایک اور شان دار تعمیر میں معروف ہیں، لیکن ایک روز انہیں ادھر آنا پڑئے گا، اور وہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہوگا۔“^{۱۰۶}

مولوی صاحب کی نگاہ میں اقبال کی شاعری کا پہلا دور قوم برصغیر کا دور تھا۔ دوسرا ملتی اور اسلامی تصورات کا دور۔ اور ان کا خیال تھا، بلکہ خواہش تھی، کہ اقبال دوبارہ قوم برصغیر کی طرف واپس آئیں، اور یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہو۔ مگر بقول میان بشیر احمد سرحوم :

”۱۹۲۶ع میں جب ناگپور میں بھارتیہ سائینس پریشنس کا

۱۰۔ ”اردو“، اولنگ آباد، اکتوبر ۱۹۲۷ع، ص ۱۰۰-۱۰۱۔

اجلاس ہوا اور مولوی صاحب نے کالدھی جی کی بندی
انہوں بندوستانی کے ڈھول کا پول کھولا اور اہل آردو اور
بندوستان بھر کے مسلمانوں کو مستحبہ کیا کہ صورتِ حال
یوں ہے، تو اور اخبارات و رسائل کی طرح میں نے مولوی
صاحب کی اہل ائمہ رعائی "ہایوں" میں شائع کی۔^{۱۰}

اس کے بعد میاں بشیر احمد فرماتے ہیں :

"بڑے کھنے اور محترم قائد اعظم نے مولوی عبدالحق
کو خط لکھا کہ آل اللہ یا مسلم لیگ کا سائبیوان مالاں
اجلاس لکھنؤ میں ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۶ع کو ہونے والا
ہے۔ اپنے آجی اور میں آردو کے متعلق ریزولوشن منظور
کرنے اور صورتِ حال ہر خور کرنے میں مدد دیجیے۔
ادھر میں نے بھی مولوی صاحب کو لکھا۔ غرض وہ اور
میں دونوں لکھنؤ گئے اور اس اجلاس میں آردو کے متعلق
ایک طویل اور جامع ریزولوشن منظور کیا گیا۔ مولوی
صاحب "عن اردو" شریک تھے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک بزر عظیم کے مسلمانوں
کی سیاست میں آردو ایک اہم عنصر کی حیثیت سے داخل ہو چکی تھی
اور سلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں مولوی صاحب کی شرکت
کا سبب بھی بھی تھا۔ اس سے چلے ایک طرف تو بندو مسلم مقاومت
کے سلسلے میں قائد اعظم اور مہماں کالدھی کی سماں گفتگو ناکام

۱۰ "فوس زبان" کراچی، اگست ۱۹۶۶ع، پابانے اردو نمبر (چند باتیں)
چند باتیں)، ص ۱۸-۱۹۔

ہو چکی تھی اور دوسری طرف مولوی عبدالحق اور سہائما گاندھی کے درمیان زبان کے مسئلے پر تنازعہ پیدا ہو چکا تھا۔ ان مصلحے پر قائد اعظم نے یہ مسموں کیا کہ گردو ہندی ہا ہندی انہوا بندوستانی کا جھگڑا کوئی لسانیات کی بحث نہیں ہے بلکہ ایک خالص سیاسی مسئلہ ہے۔ اسی بنا پر قائد اعظم نے مولوی صاحب کو مسلم لیک کے اجلامِ لکھنؤ میں شریک ہونے کی دعوت دی اور اس مسلم میں الہیں ایک ذاتی خط بھی لکھا۔^۱

مختصر یہ کہ مولوی عبدالحق کی قوم برستی نے چند مرتب آور دہ نام نہاد نیشنلٹ بندوؤں کی فرقہ برستی سے منقاد ہو کر شکست کھانی۔ اگر مولوی صاحب ۱۹۲۶ع کے بعد ”بانگ درا“ پر تبصرہ فرماتے تو غالباً ان کا رنگ کچھ اور ہوتا۔

آردو کے متعلق قائد اعظم کا احسان ایک تاریخی حیثیت پر مبنی تھا کہ یہ زبان جو بندوؤں اور مسلمانوں کے سیل جوں سے وجود میں آئی اور ایک مدت تک دونوں میں صلح و آشی اور ایک مشترک ثابت کا ویله بھی رہی، بندوؤں کی تنگ نظری کا شکار ہو گئی۔ سب سے پہلے فورٹ ولیم کالج کے اربابِ است و گشاد نے انی سطبوغات میں آردو اور ہندی رسم الخط کو الگ الگ جاری کیا۔ پھر ۱۸۶۴ع اور ۱۸۷۳ع میں بنارس کے بندوؤں نے آردو کے خلاف تحریک شروع کی، جس نے سید احمد خان سحوم کے جذبات کو اس درجہ متروح کیا کہ ان کا سیاسی نقطہ نگاہ سراسر بدل گیا۔

۱۔ چونکہ یہ خط مقابلۃ لغیر معروف ہے اس لیے اس کا عنکس اس کتاب کے ضمیمے کے طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔ اصل خط اجمعن ترقی آردو کے کتب خالی خاص میں حفظ ہے۔

اس سے پہلے وہ متحده پندوستانی قومیت کے زیردست حامیوں میں سے تھے اور پندوؤں اور مسلمانوں کو مادر پندگی دو آنکھیں کھا کرتے تھے۔ اس کے بعد الہیں یقین ہو گیا کہ پندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ان کے راستے ایک دوسرے سے الگ ہیں ۔ اس کے بعد کی تحریریں اسی ذہنی تبدیلی کی شاہد ہے۔ سریش کے مقابل کے دو سال بعد سر انتہی میکٹائیں نے، جو اس زمانے میں موجودہ پندوستان کے اتربردیش کے علاقوں کے لفڑیت گورنر تھے، ۱۸۸۲ء میں اپنا مشہور سرکار جاری کیا، جس سے پندی کی حیث اور آردو کی مخالفت مقصود تھی۔ یہ اسی جہکڑے کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۹۰ء میں مسلمانوں کے ایک سیاسی ڈیپویشن نے آغا خان مرحوم کی قیادت میں لارڈ منٹو والسرائے پندے سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے جداگانہ حقوق بر زور دیا۔ اس کے بعد اسی سال ڈھاکے میں

۱۔ سریش احمد الیٰ تعالیٰ مرسوی کی زیورات میں لکھئے ہیں: ”میں اپنے سال سے ملک کی خدمت کر رہا ہوں۔ میں نے گیبی پندو مسلمان کا امتیاز نہ کیا۔ لیکن جب پندوؤں نے اردو کی مخالفت کی اور ہر ایسی شے میں ایسا ایضاً کا اظہار کیا جس کا تعلق اسلامی عہد سے ہے، تو بھی یہیں ہو گیا کہ ہم مل کر کام نہیں کر سکتے۔ اور میں نے اپنی کوششوں کا رخ مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم کی طرف بھیر دیا۔ اس وقت سے پندو مسلمان الگ ہو گئے اور دو جدا فویں بن گئیں۔“
 (”نویں زبان“ کراچی، اپریل ۱۹۶۶ء، ص ۵۔ مولوی عبدالحق کی تحریر جو ۲۶ اپریل ۱۹۴۵ء کو جہانگیر بارک، کراچی میں ہوئی)
 مشہور فرانسیسی محقق گارسان ذاتی نے یعنی پندوؤں کی آردو دشمنی کو اسی جذبے پر محول کیا تھا کہ پندو ہر اس جیز کو مٹا دیتا چاہئے یعنی جو انہیں اسلامی عہد کی پاد دلانے۔

آل اللہیا مسلم ایجو کیشنل کالفلس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر
آل انڈیا مسلم لیگ وجود میں آئی اور مسلمانوں کی سیاسی تحریک کا
پاقاعدہ آغاز ہوا۔ مولوی عبدالحق کا یہ کہنا صحیح ہے کہ :

”میں پاکستان اور اس کے ساتھ زندگی کا نیا تصور اقبال
نہ دیا۔ لیکن اگر تب گزشتہ اسٹی سال کی تاریخ پر نظر
ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس کی ابتداء بھی ، کوہ کیسی
ہی خلیف ہو ، آردو سے ہو فوج ... قصر پاکستان کی بنیاد
میں جس نے چل ایش رکھی وہ آردو تھی۔“

مواوی عبدالحق ۰۴۔ ابریل ۱۹۸۲ع کو پندوستان کے مشہور
قصبے ہاڑ کے قریب ”سراؤہ“، لامسی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔
خاندان کے کائستہ تھے۔ ان کے بزرگوں نے جہانگیر کے عہد میں
اسلام قبول کیا تھا۔ مواوی صاحب ابھی کم من ہی تھے کہ والد
کا سایہ سر سے الہ کیا۔ ان کے بڑے ماموں شیخ انتیاز علی اور
دوسرے ماموؤں نے ، جو پنجاب کے حکمہ“ مال میں ملازم تھے ،

۱۔ ”قوصی زبان“ ، (مابداہ) ، کراچی ، ابریل ۱۹۶۶ع ، ص ۵ ۔

۲۔ یہ حالات متعلق خواجہ صاحب کے تکھیر ہوئے ایک میانچہ نوٹ ہے
لیکن گھری ہیں جو الہوں نے مواوی صاحب کی زندگی میں ان کی
منظوری سے تیار کیا تھا۔ مولوی صاحب کے چھوٹے بھائی شیخ
احمد حسن صاحب نے ”ابدی بھائی“ کے عنوان سے جو مقالہ لکھا ہے
(ملاحظہ ہو رسالہ ”آردو“ پابانے آردو نگہر ، ۱۹۶۲ع ، ص ۲۶-۱۹)
اس میں مولوی صاحب کے حوالہ ، خاندان کے قبول اسلام ، اور والد
کی وفات کے منعکس جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ متعلق خواجہ صاحب
کے نوٹ سے مختلف ہیں۔ میں نے اختلاف تفصیلات کے بارے میں متعلق
خواجہ صاحب ہی کے نوٹ پر الحصار کیا ہے۔

مولوی صاحب کی بروش کی ۔ مولوی صاحب کی تعلیم کا ابتدائی دور پنجاب کے مختلف اخلاق، مثلاً فیروز بور، گجرات وغیرہ میں گزرا ۔ سیڑھ ک کا امتحان بھی ہلو نے پنجاب بونی ورثتی بھی سے ہاس کیا ۔ یہ ۱۸۹۰ع کا واقعہ ہے یعنی مولوی صاحب یہس سال کی عمر میں اندرنس ہاس ہوئے ۔ اسی سال وہ علی گڑھ کٹھ اور ایم ۔ اے ۔ او کالج میں داخلہ لیا ۔ یہ پاہڑ کے پہلے شخص تھے جو الگریزی تعلیم کے لیے کالج میں داخل کیتھے گئے ۱ ۔ ۱۸۹۳ع میں الہ آباد بونی ورثتی سے، جس سے ایم ۔ اے ۔ او کالج ملحق تھا، یہ ۔ اے کا امتحان ہاس کیا ۔ یہ ۔ اے میں ریاضی کے مضمون میں (علی گڑھ کالج کے طالب علمون میں) اول آئے اور اس کے لیے انہیں ایک طلائی تھیا العام میں ملا ۔ اس سے پہلے کالج میں انہیں چھتریں گرد و مضمون بر بھی کھنگا مل چکا تھا ۔

علی گڑھ کا قبام مولوی صاحب کے لیے بڑا اہم تھا ۔ یہاں وہ سید احمد خاں کی شخصیت اور تعلیمی تحریک سے گہرے طور پر متأثر ہوئے اور یہ تاثر آخر وقت تک قائم رہا ۔ سید نے بھی اس چوبہ قابل کو پہچانا اور طالب علمی اس کے زمانے میں "ہذیب الاخلاق" میں ان سے کام لینا شروع کیا ۔ مولوی صاحب حالی اور شبی سے بھی علی گڑھ میں متعارف ہوئے ۔ شبی کے تو وہ شاگرد بھی تھے، اگرچہ ان سے کچھ زیادہ عقیدت پیدا نہ ہوئی ۔ البته حالی نے ان کی زندگی، ادب اور طرز تحریر پر اپنا اثر چھوڑا ۔ ان کے

۱- "اردو" ، کراچی، ۱۹۶۲ع، (ابانے اردو تحریر) ، "ایدی بھائی" ، از شیخ احمد حسن، ص ۲۲ ۔

علی گڑھ کے دوستوں میں ظفر علی خان اور محفوظ علی بدایوف خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مختصر ہے کہ اگر ہم مولوی عبدالحق کو علی گڑھ کالج کے اجتہادی دور کے چھترین طالب علمون اور سید احمد خان کی تحریک کے بہترین نمائندوں میں سے شمار کریں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

علی گڑھ سے ہی۔ اے پاس کرنے کے بعد مولوی صاحب بھٹی گئے اور وہاں تجارت اور صحتات میں بالہ ڈالا۔ مگر یہ کوشش الہیں راس نہ آئی۔ ایک دولت مند سینہ بنتا ان کے لئے نہیں لکھا تھا، اور روزانہوں میں مضمون لویسی سے زیادہ اہم کام ان کی مصلحتوں کے مستظر تھے۔ آخر سید احمد خان کے ایسا سے حسن الملک نے الہیں ایک سفارق خط و قالع الملک کے نام دیا، جو آس زمانے میں خیبر آباد کے فنائیں منستر تھے۔ ان کی وساحت سے افسر الملک نے جو انواعِ دکن کے کمالِ الرحمہن تھے، الہیں اپنے قائم کردہ مدرسہ آسمیہ کی صدر مدرسی یا ہمہ ماسٹری پر تعینات کیا۔ الہی دنوں مولوی صاحب نے رسالہ "افسر" کی ایڈیشنری بھی کی۔ اس سے چلے رسالہ "حسن" میں ان کے مضامین شائع ہو چکے تھے۔ اہلوں نے

- "قوسی زبان" ، کراچی، اگست، ستمبر ۱۹۶۲ع ، ("باجانے اردو اور رسالہ افسر" از یہا اکٹر الدین صدیق) باجانے اردو بیگر ، ص ۱۵۔
- "قوسی زبان" ، کراچی اگست ۱۹۶۳ع ، ("باجانے اردو اور رسالہ حسن" از ادارہ قوسی زبان) ، باجانے اردو بیگر ، ص ۱۵۳۔
- مولوی صاحب کے منظوروں کردہ نوٹ میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے رسالہ "السر" نکلا اور "حسن" کی ایڈیشنری کی، یہ صحیح معلوم نہیں (ابدی حاشیہ اگلے صفحے پر)

آخرالذکر رسالے کا ایک منتخب بھی شائع کیا تھا۔ کچھ عرصے بعد
حیدرآباد کے محکمہ تعلیم میں ان کا باقاعدہ طور پر تقرر ہوا اور
وہ اورلگ آباد میں ایک مدت تک مہتمم تعلیمات کے عہدے پر فالائز
رہے۔ اورلگ آباد میں مولوی صاحب کا قیام اور لگ زیب کی ملکہ
رابعہ دورانی کے مقبرے کی عمارت کے ایک حصے میں رہا اور انہوں
نے اس تاریخی مقبرے کی دیکھو بھال بھی انہی ذمے لے لی۔ الجھن
ترف آردو کا دفتر بھی وہی تھا۔ جب عثمانی بوف ورشی قائم ہوئی تو
مولوی صاحب اس کے دارالترجمہ کے ناظم اور بعد میں شعبہ آردو
کے صدر ہوئے۔ اس بوف ورشی کی تشکیل میں مولوی صاحب کی
کوششوں کو بہت دخل تھا۔ اصل منصوبہ انہی کا تیار کردہ تھا۔

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحہ)

پونا۔ اسی طرح غبور عالم صاحب نے اپنے مقالے "حیات عبدالحق"
("قوسی زبان" ، یاپائی آردو نمبر ، ۱۹۶۸ع ، ص ۱۰۷) میں اپنی
تفقی کی بنا پر لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے مذل تک پنجاب میں
تعلیم پافی اور ۱۸۸۸ع میں وہ علی کڑھ چلے گئے اور وہی سے سینٹر کا
امتحان پاس کیا۔ مگر مولوی صاحب کے منتظر کردہ نوٹ میں پنجاب
سے میٹرک کرلا لکھا ہے۔ موجودہ مقالے میں اس بارے میں اس نوٹ
پر اختصار کیا گیا ہے۔

- مشتق خرابد کا نوٹ ، مثلاً کردا مولوی عبدالحق ۔
"یاپائی آردو کی یادِ مقصود زندگی" از ڈاکٹر دحیم الدین کمال ۔ ("آردو" ،
یاپائی آردو نمبر ، ۱۹۶۶ع ، ص ۳۱۶ ۔
- "جند یادیں چند قائلات" ، ڈاکٹر یوسف حسین خان ("قوسی زبان" ،
یاپائی آردو نمبر ، ستمبر ۱۹۶۸ع ، ص ۲۱ ۔
- "قوسی زبان" کراچی ، ۱۹۶۶ع ، (یاپائی آردو نمبر) "آردو کا حسن
اعظم" از خلام رسول مہر ، ص ۱۵۰ ۔

۱۹۱۴ع میں مولوی صاحب الجمن ترق آردو کے سکریٹری منتخب ہوئے ۔ اس الجمن کا قیام ۱۹۰۳ع میں آل انڈیا مسلم ایجو کیشنل کالفرنس کے اجلاس دہلی میں ہوا تھا ۔ اس کا صدر مقام اس زمانے میں علی گڑھ تھا ۔ الجمن کے پہلے صدر علی گڑھ کالج کے مشہور الگریز بروفسر نامس آرلنڈ تھے جو بعد میں سر نامس آرلنڈ ہوئے ۔ یہ وہی نامس آرلنڈ ہیں جو گورنمنٹ کالج لاہور میں اقبال کے استاد تھے اور جن کے ولایت واہس جانے پر اقبال نے ان کی ہادیں الہی مشہور نظم "نالہ فراق" لکھی ۔ انہی کے مشورے پر خود اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے پورب کئے ۔ الجمن کے پہلے معتمد مولا شبلی تھے مگر وہ جلد میں علی گڑھ چھوڑ کر حیدر آباد چلے گئے ۔ ۱۹۰۵ع میں مولا شبلی کی جگہ مولوی حبیب الرحمن شروانی الجمن کے معتمد بنائے گئے ۔ ۱۹۰۹ع میں انہوں نے بھی استعفی دے دیا ۔ اسی سال ان کی بجائے ایجو کیشنل کالفرنس کے اجلاس رنگون میں عزیز صرزا منتخب ہوئے ۔ مگر وہ دوسرے ہی سال نوت ہو گئے ۔ دسمبر ۱۹۱۲ع میں کالفرنس کے اجلاس لکھنؤ میں اسے جو سیجر سید حسن بلکرامی کی صدارت میں منعقد ہوا ، صاحب زادہ آنکاب احمد خان کی تھویری پر بالتفاق رائے مولوی عبدالحق الجمن کے معتمد منور کیے گئے ۔ اور بری ہیزم کی تقسیم تک اسی منصب پر فائز رہے ۔ ۱۹۱۳ع میں مولوی صاحب نے الجمن کا دفتر علی گڑھ سے اور نک آباد منتقل کر دیا جہاں وہ محکمہ تعلیم ریاست حیدر آباد میں تعینات تھے ۔

۱۔ "قوسی زبان" ، کراچی ، ۱۹۶۷ع ، (بابا نے آردو تحریر) ، "بیان عبدالحق" از حبیب اللہ رشدی ، ص ۱۴۳ ۔

ع ۱۹۳۸ تک الجمن کا دفتر اور نگ آباد میں رہا۔ مولوی صاحب حیدر آباد میں تھے تو وہ الجمن کے کام کی لکرانی ویس سے کرتے رہے اور اس مقصد کے لیے حیدر آباد سے اور نگ آباد آنے جانے رہے۔ ۱۹۳۵ ع میں الجمن کا صدر مقام دہلی مقرر ہوا اور مولوی صاحب جو ریاست حیدر آباد کی ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے، الجمن کے دفتر سمیت دہلی آگئے۔ تمہر، دریا گنج والی مکان میں، جو ڈاکٹر الصاری کی ملکیت تھا، مولوی صاحب اور الجمن کا قیام لوگوں کو اب تک یاد ہے۔ ۱۹۳۴ ع میں وہ بساط الٹ گئی۔ مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں ”ان ہولناک فسادات میں مارتے کہیں کرانے پر باقی بھر گیا۔ اس زمانے میں جن وحشیانہ حرکات اور بربریت کا ظہور ہوا انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے چارہ خواہ خواہ بدnam ہے۔ وہ انسان کی نساوت قلبی، ظلم و جبر، غارت گری و خون ریزی کو نہیں پہنچتا۔ اس لہیث میں الجمن بھی آ گئی۔ اس کا کام سامان و اسباب تباہ کر دھا گیا۔ اس کا ایک کارکن اور اس کے بال بھرے قفل کر دیے گئے۔ کتب خانے کا بیش تر حصہ جو بیج رہا تھا، اس کے لانے کی اجازت نہیں ملی۔ کتنی لاکھوں کی مطبوعات ویس چھوڑنی لٹیں اور لفڑی سرمایہ بھی خبیط ہو گیا۔ الجمن ایک لئے بٹھے قائلے کی طرح پاکستان پہنچی اور کراچی آکر احمدیان کا سالس لیا۔^{۱۶} سردار دہوان سنگھ منtron کا بیان ہے کہ ”مولوی صاحب کی الجمن ترقی گردو کے دفاتر ۱۹۳۷ ع میں خنثہ گردی کی تذو ہو گئے اور لوٹ مار میں مولوی صاحب کا جمع کیا ہوا وہ لاپاب لغیرہ...“

دہلی کے بازاروں میں تول کر رہی کئے بھاؤ فروخت ہوا۔^{۱۱۱}
 مولوی صاحب کے کراچی پہنچنے پر الجمن ترق آردو ہان قائم
 ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ۱۹۳۸ع میں آردو کالج کی بنیاد رکھی
 گئی۔ یہ کالج اب تک ایک بہت بڑے تعلیمی ادارے کی حیثیت سے
 کام کر رہا ہے اور اس سال حکومت پاکستان نے اسے اپنی تحریک میں
 لے لیا ہے۔ مولوی صاحب چاہئے تھے کہ بندوستان اور پاکستان
 دولوں جگہ آردو کی ترق کے لئے کام کریں۔ مگر مولانا ابوالکلام
 آزاد^۲، ڈاکٹر ذاکر حسین خان اور دوسرے سربرا آورہ بندوستانیوں نے
 انہیں بندوستان سے چلے جانے کا مشورہ دیا۔ مولوی صاحب کے
 اپنے الفاظ میں : "دل میں رہ کرہم نے سب جتن کر کے دیکھو لیا کہ
 ہاں دال کاتی لظر نہیں آئی۔ آخر تک آ کر اسی میں خیرت دیکھی
 کہ دل کو خیر باد کہیں... آخر ۲۸ جنوری ۱۹۳۹ع کو ہمہی
 سے یہ شعر پڑھتا ہوا جہاڑ میں سوار ہوا:

رخصت اے بندوستان اے بونستان بے خزان
 وہ چکے تیرے بہت دن ہم بدبسی سیہان^۳
 پاکستان میں الجمن مختلف مراحل سے گزری۔ اس کے راستے میں
 اوچ چمچ اپنی آئی" مگر زلہ رہی اوز کام کری رہی۔ مولوی صاحب

۱۔ "آردو" کراچی ۱۹۶۲ع (بایانی آردو نہیں) ص ۱۱۔

۲۔ "نویں زبان" کراچی ۱۹۶۶ع (بایانی آردو نہیں)، ص ۲۵۵-۲۶۸

۳۔ پاشمنی فرید آبادی مسجد: "پنجاہ سالم تاریخ الجمن" کراچی ۱۹۵۳ع،

ص ۲۲۸۔

۴۔ عبدالحق، مولوی: "پاکستان میں آردو کا لیہ" کراچی۔

ابدا میں الجمن ترق اردو ہند آئی طرح اس الجمن کے سکریٹری تھے ۔ ۱۹۵۴ء میں اس کے صدر منتخب ہوئے ۔ ایک طویل علاالت کے بعد ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء کو مولوی صاحب نے کراچی میں انتقال فرمایا اور الجمن کے احاطے میں دفن ہوئے ۔ الجمن قائم ہے اور حتیٰ المقدور مولوی صاحب کے لفظ قدم ہر جلنے کی گوشش کر رہی ہے ۔

مولوی صاحب کو ان کی زندگی میں جو مختلف اعزازات ملے ان میں اللہ آباد بوفی ورسٹی کی "ڈی فل" اور علی گڑھ کی پی ایچ ۔ ڈی کی اعزازی ڈگریاں شامل ہیں ۔ مگر ان سب سے بڑا اور سب سے بالدار اعزاز "بابائی اردو" کا خطاب ہے جو قوم نے انہیں دیا ۔ زندہ تھے جب یہی عبدالحق کم تھے اور "بابائی اردو" زیادہ ۔ اور آج کہ وہ دلیا میں نہیں ہیں ، بابائی اردو ہیلے ہیں ، کچھ اور بعد میں ۔

منجمدہ اور چیزوں کے کراچی کی اس مشہور سڑک کا نام "بابائی اردو روڈ" رکھا گیا ہے جو الجمن کے دفتر کی طرف آتی ہے ۔ مولوی صاحب کو جو دل بستگی الجمن ترق اردو کے کام اور مشن سے تھی ، اس نے ایک مدت تک ان کے علمی اور ادبی کارناموں کو نہایاں نہیں ہونے دیا ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے علمی اور تنظیمی کام سے قطع نظر ان کا علمی اور ادبی کارنامہ اس ہائے کا ہے کہ وہ اسی کے سہارے زندہ رہ سکتے تھے ۔ قدیم اردو خطوطات اور خصوصاً دکنی ادب کی طرف سب سے پہلے انہی نے توجہ کی اور توجہ دلانی ۔ آنہوں نے خواجہ گیسو دراز کی "مراجع العاشقین" اور ایسے ہی قدیم اردو کے ہموئے شائع کو کے اردو ادب کی تاریخ میں دو ڈھانق سو برس کا اختالہ کر دیا ۔ اردو کی سب سے

قدیم تحریر "شتوی گدم راؤ بدم راؤ" جسے الجمن کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، انہی کی کوشش سے دریافت ہوئی۔ اسی طرح شاہی پند کے قدیم ادب مثلاً "باغ و بھار" وغیرہ کو بھی مولوی صاحب کی توجہ نے ایک نئی زندگی بخشی۔ انہوں نے متعدد شعرا کے دواوین مرتب کیے۔ اردو کے قدیم منون کو مرتب کرنے کی روایت بھی انہی کی قائم کی ہوئی ہے۔ کنسالز آکسفورڈ ڈاکشنری کا ترجمہ اپل علم کی ایک جامعت کے تعاون سے کیا گیا۔ اس انگریزی اردو ڈاکشنری نے اردو میں تراجم کی راہ بھوار کی اور یہ کہنا غلط نہ ہو کا کہ اس کی طباعت کے بعد ہمارے زمانے میں اردو تراجم کی رفتار میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ اگر مولوی صاحب کی الہی تحریروں کو دیکھا جائے تو ان میں تبصرہ نکاری، مکتوب نکاری اور شخصی خاکوں کی ایک نئی روایت ملے گی۔ ان کے انداز تحریر کی شادی اور شکفتی سید احمد خان اور حال کے سکول سے تعلق رکھنے کے باوجود انہی اندر ایک دل کش انفرادیت لیے ہوئے ہے۔^۱ پاشی فرید آبادی نے مولوی صاحب کی تحریر کو "اردو نہ معہٹی"^۲ کا لام دھا تھا۔ رشید احمد صدیق کا کہنا ہے کہ اردو کا بنیادی اسلوب وہی ہے جو مولوی عبدالحق کا ہے۔^۳

مولوی صاحب کی شادی بھی ہوئی تھی مگر نہ ہونے کے

۱۔ مولوی صاحب کی تصنیفات اور تالیفات کی ایک نہروت فہمی کے طور پر اس کتاب کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

۲۔ پاشی فرید آبادی (مرتش) : "اردو نہ معہٹی" (خطوط عبدالحق)،

لائلور، ۱۹۶۴ع۔

۳۔ "فکر و نظر" ، علی گڑھ، ہاتھ ابریل ۱۹۵۸ع : "اردو کا بنیادی اسلوب" از رشید احمد صدیق۔

برابر ۱۔ انہوں نے شعر بھی کہے ہیں۔ ان کا ایک شعر "فوسی زبان" ،
(بابائے اردو بھر ، ۱۹۶۳ع) میں جوہا ہے :

لہ عشقِ بنا ہے نہ نکر بیشت
مگر جائیں رات کنٹی ہے ساری

اس کے علاوہ اور بھی اشعار سنئے میں آئے ہیں۔ امید ہے ان کا کلام ، خواہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ، جمع کر کے جھاہا جائے گا۔ جو کچھ سنا گیا ہے ، بلند پایہ ہے ۔

اردو کی اشاعت اور ترویج کے لیے مولوی صاحب نے جو عمل کام کہے ان میں جامعہ عثیاہ کے منصوبے کی تشکیل اور تکمیل کا ذکر آپکا ہے ۔ انہوں نے تقسیم سے پہلے سارے بزرگیم میں الحجع ترقی اردو کی شانیں قائم کیں اور الہی کے ساتھ ساتھ تعلیم بالفان کے ساکن کی بھی تعلیم کی ۔ پاکستان میں ان کی سب سے بڑی بادگیر اردو کالج ہے ۔

مولوی عبدالحق جب پاکستان آئے تو الحجع کا کتب خانہ بڑی حد تک دبیل میں خالع ہو گیا ۔ تاہم مولوی صاحب انہی ذائق کتب خانے کے ہت سے نوادر سانہ لے آئے ۔ یہ اردو ، فارسی اور عربی کے تربیا ڈھانی ہزار خطوطات تھے ۔ ان میں بعض ایسے خطوطے یہی ہیں جن کا کوئی دوسرا سخن دلایا گئے کسی کتب خانے میں موجود نہیں ۔ یہ خطوطے پاکستان کے علمی سرمائی میں ایک وقیع اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں مولوی صاحب کا ممنون ہونا چاہیے ۔

۱۔ "فوسی زبان" ، کراچی ، ۱۹۶۸ع ، "حیاتِ عبدالحق" از ٹھیکران عالم ،
(بابائے اردو بھر) ، ص ۱۰۸ ۔

ابیال اور مولوی عبدالحق کے باہم تعلقات کی اجدا کب ہوئی؟
 یہ کہنا تو مشکل ہے مگر ان کی ہم کاری کی اجدا اُسی زمانے سے
 ہوئی جب مولوی صاحب الجمن ترق اردو کے معتمد مقرر ہوئے۔
 ۱۹۱۳ع میں جب الجمن کی پہلی مجلس شوریٰہ با مجلس نظائر تشکیل
 ہوئی تو ابیال اس کے رکن تھے اور آخر دم تک رکن رہے۔ الجمن
 نے مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کرنے کے لئے ۱۹۱۹ع اور
 ۱۹۲۰ع میں جو مشاورتی کمیٹیاں فائم کی تھیں ان میں سیاستیں اور
 قلمیں کیے کیشیوں میں ابیال بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ
 مولوی صاحب وضع اصطلاحات اور تراجم کے سلسلے میں بھی ابیال
 سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اس کا ذکر خود اقبال نے مہاراجہ
 سر کشن برہزاد کے نام ایک خط^۱ مورخ ۴ جنوری ۱۹۱۸ع میں
 کیا ہے۔ معالم ہوتا ہے ابیال کو ترجموں سے خاص دلچسپی تھی۔
 القال سے تقریباً ایک سینہ پہلے ہوں گے مولوی صاحب کو جو
 خط لکھا ہے، اور جو مولوی صاحب کے نام ان کا آخری خط ہے،
 وہ ساریں کے اردو ترجیح کے منعاق ہے جو سید اللذیر لیازی کر رہے
 تھے^۲۔ یہ خط موجودہ مجموعہ میں شامل ہے۔

ابیال کا الجمن ہے جو تعلق تھا اس کی ایک جھلک ان کے
 سفر مدراس میں ہی دیکھئے میں آئی جب الجمن ترق اردو بنگلور کی
 طرف سے ۹ جنوری ۱۹۲۹ع کو ان کی خدمت میں ایک سپاس نامہ

۱۔ زور، ذاکر محقق الدین قادری؛ ”نشاد ابیال“، حیدر آباد دکن،

۱۹۳۲ع، ص ۶۶۔

۲۔ ذار، بشیر احمد؛ ”انوار ابیال“، گرایش، ۱۹۶۷ع، ص ۴۴۷۔

پیش کیا گی۔ ۱

خود مولوی صاحب کو اقبال کے کلام سے جو دلچسپی تھی اس کا اظہار ان تبصروں سے ہوتا ہے جو الیون نے اقبال کی اور اقبال سے متعلق الصنیفات ہر وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ یہ تبصرے مندرجہ ذیل ہیں :

اول : "بانگِ درا" ہر تبصرہ ۔

دوم : "کلیاتِ اقبال" ص ۷۳، محمد عبدالرزاق ہر تبصرہ ۔

سوم : "اقبال" مولوی مولوی احمد دین بی۔ اے اہلوکت
ہر تبصرہ ۔

ان تبصروں ہر تبصرہ کرنے کا یہ موقع نہیں۔ "بانگِ درا" ہر مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی طرف ایک تبصرہ سا اشارہ کیا جا چکا ہے۔ دوسرے دونوں تبصروں میں کوئی خاص بات نہیں۔ دونوں تبصروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب اقبال کے شاعرالہ مشن سے کامختہ آگہ نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے کہ اگر اقبال "اسرارِ خودی" اور "رسویز بے خودی" آردو میں لکھنے تو ان کا لفڑیہ "حیات" مولوی صاحب کے دل کو یہی سخن کر لےتا۔ مگر ہوا یہ کہ اقبال اور مولوی عبد الحق کے درمیان فارسی ایک ہر دوہن ان کو حائل ہو گئی۔ البتہ آردو کے یارے میں اقبال کی خدمات

۱۔ ایضاً، ص ۲۳۶ - ۲۳۹ -

۲۔ "اردو"، اورنگ آباد، اکتوبر ۱۹۲۳ع، ص ۱۰۷ - ۱۲۱ -

۳۔ "اردو"، اورنگ آباد، جنوری ۱۹۲۶ع، ص ۱۹۰ - ۱۹۱ -

۴۔ "اردو"، اورنگ آباد، اکتوبر ۱۹۲۶ع، ص ۶۹۱ - ۶۹۲ -

مولوی صاحب کے دل میں کچھ اس طرح گور کر چکی تھیں کہ
الہوں نے ان کی فارسی لویسی کی طرف سے ایک حد تک چشم پوشی
فرمانی اور جو دلی تعاقب الہیں اقبال سے بیدا ہو چکا تھا اس میں کوئی
کسی نہ آ سک۔ اقبال کی وفات پر مولوی صاحب نے "اُردو" میں
جو تعزیتی شذره لکھا وہ اس کی گواہی دہتا ہے :

"ابوال کی موت ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے۔ ایسا بلند
خیال اور عالی فکر شاعر ادبیوں میں کہوں بیدا ہوتا ہے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس کے ساتھ ہی بندوستان سے
شاعری بھی اللہ گئی۔ مولانا حافظ کے بعد شاعری سے اگر
کسی نے حقیق کام لیا تو وہ اقبال تھا۔"

"اس کے کلام نے دلوں میں گرسی اور خیالات میں
الفلاپ بیدا کر دیا تھا۔ اس نے قومی اور ملی مسائل
میں خیال و فکر کی رُو بدل دی، تھی۔ یہیں ہنفی، لفظ، خاص
خاص ترکیبیں اور بعض خاص خیال اور الکار بندوستان کے
اُردو ادبیوں اور شاعروں میں بعض اقبال کے کلام کی
بدولت سکتے" وقت کی طرح رائی ہو گئے تھے۔

"اس کے کلام نے اُردو زبان کا مرتبہ بڑھا دیا اور یہ ثابت
کر دیا کہ اس میں کتنی وسعت و قوت اور صلاحیت ہے۔
جب تک اُردو زبان زلہ ہے اس کا کلام زلہ رہے گا، اور
بڑھنے والوں کے دلوں میں ولوہ، فکر میں بلندی، جذبات
میں درد اور تجھیں میں برواز بیدا کرتا رہے گا۔"

۱۔ "اُردو" اپریل ۱۹۳۸ء

امن سلسلے میں سرچ جہادر سپرو کا تعزیزی خط بھی قابل ذکر ہے جو
(تفہ حاشیہ اکٹھ منظر پر)

اقبال کی آردو شاعری کو اس سے بڑا خراج تھیں کسی نہ پیش نہیں کیا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب کی دو تحریریں اقبال سے متعلق ہیں جو محفوظ کر لی گئی ہیں ۔ ۱۔ چل تقریر ۲۲۔ ابریل ۱۹۵۰ع کو جہانگیر ہارک کراجی میں کی گئی اور دوسری ۲۱۔ ابریل ۱۹۵۳ع کو ریندیو پاکستان کراجی سے نشر ہوئی ۔

مولوی صاحب کے تینوں تبصرے ، اور یہ دونوں تحریریں اس کتاب کے ضمیم کے طور پر شامل کی گئی ہیں ۔ ریندیوی تحریر میں دو اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں ۔ ایک موقع ہو جب مولوی صاحب نے اقبال سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ سارے پندوستان میں آردو کی اشاعت کا جال ہوپیلا دون ، تو اقبال نے سن کر کہا "صرف پندوستان میں ۱۹۴۹ء ۱۹۲۵ع کا واقعہ ہے ، جب اقبال کا پیشتر فارسی کلام منتظر عام ہو آ چکا تھا ۔ مگر وہ اس کے خواہاں توہر کہ آردو ایشیا بلکہ ساری دنیا کی ایک ممتاز زبان بن جائے ۔ دوسرا واقعہ اس سے ایک سال بعد کا ہے ، جب ایک اور ملاقاتیں اقبال نے مولوی صاحب سے ایک بیان شائع کرنے کو کہا کہ ہم آردو دسم الخط کو نہیں جھوٹیں گے ۔ اور مولوی صاحب نے سماں مصلحتوں کی بنا پر اس تجویز کو قبول کرنے میں ہم و پیش کیا تو اقبال کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی ۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی صاحب

(تمہاری حاشیہ منعہ گزشت)

انہوں نے اقبال کی وفات پر مولوی عبدالحق کو لکھا تھا ۔ یہ خط

ضمیم کے طور پر اس کتاب میں شامل ہے ۔

۱۔ "القومی قیادا" ، کراجی ، ابریل ۱۹۶۶ع ، ص ۷۰۸ ۔

اس تجویز کے خلاف نہیں تھے، مگر وہ بہ مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ اس قسم کا بیان اس مرحلے پر شائع کیا جائے۔

ابال کی وقت ہر مولوی صاحب نے رسالہ "آردو" کا "ابال نمبر" لکلا جس کے پانے کا کوفی اقبال نمبر کسی رسالے کا آج تک نہیں تکلا۔ رسالہ "آردو" میں اقبال کی لور اقبال سے متعلق کتابوں پر وقتاً فوقاً بیس بالائیں تبصرے مولوی صاحب کے زیر ادارت شائع ہوئے۔ مولوی صاحب کے انہی تبصروں کا ذکر ہلے آ جکا ہے۔

مکمل فہرست ضمیح کے طور پر شامل کر دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ اقبال ہر رسالہ "آردو" میں جو مضامین شائع ہوتے، ان میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا "لطخہ اور اقبال" ، ڈاکٹر عابد حسین کا "اقبال کا تصویر خودی" ، خواجہ خلیم السیدین کا "اقبال ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے" ، ڈاکٹر یوسف حسین خان کا "اقبال اور آرٹ" ، آل احمد سرور کا "اقبال کے خطوط" اور سر ڈینی من راس کا "محمد اقبال" جیسے اہم مضامین شامل ہیں۔ اہم مضامین کی فہرست ابھی ضمیح کی شکل میں دے دی گئی ہے۔ اقبال کی دو نظمیں بھی ہلی بار رسالہ "آردو" میں شائع ہوئیں۔ "شاعر" (قطعہ) جنوری ۱۹۳۶ع کے اورچے میں شائع ہوئی اور "مسعود مرحوم" اکتوبر ۱۹۳۴ع میں۔ موجودہ مجموعے کے خطوط میں ایک خط اسی آخری نظم کے متعلق ہے۔ اقبال علی گڑھ کی آردو کالفرسان منعقدہ ۹۲۶ع میں مدعو تھے مگر لہاری کی وجہ سے نہ جا سکے۔ انہوں نے ایک بیغام کائفنس کو بھیجا تھا جو اجلاس میں بڑھ کر سنایا گیا۔ الموسی ہے کہ اس کا مقنون دستیاب نہیں ہو سکا۔

مگر بدسب بعد کی بالائیں میں۔ اس سے بہت ہلے ۱۹۱۱ع میں

پنجاب تک مسائلوں کے تعلیمی مسائل اور غور و خوض کرنے کے لیے جب ایک الجمن پنجاب پر اونسل ایماؤکیشن کانفرنس کے نام سے قائم ہوئی تو اقبال اس کے مکریٹری تھے ۔ ۱۵ - ابریل ۱۹۱۱ع کو اس کانفرنس کا جو اجلاس ہوا،^۱ اس میں آردو سے متعلق دو اہم اقراردادیں منظوری کیے ۔ پہلی قرارداد یہ ہے :

"اس کانفرنس کی رائے میں آردو رسم الخط کا منداول رہنا صوبہ پنجاب کی عام علمی اور تکنیقی ترقی کے لیے ازاس ضروری ہے اور اس کے موجودہ عالمگیر استھان میں کسی قسم کی مداخلت کرنا صوبہ پنجاب کی علی اور تکنیقی ترقی کو سالہا سال بچھئی ڈال دے گا۔"

دوسری قرارداد :

"اس کانفرنس کی رائے میں صوبہ پنجاب کے بالعلوم، اور مسائلوں کے بالخصوص، علمی اغراض اس اس کے مقاصی پیش کئے آردو زبان کو ہیں صوبہ پنجاب میں واحد ذریعہ تعلیم رکھنے دیا جائے۔"

پہلی قرارداد خان بجادر میان (سر) یہ شفیع نے بیش کی اور حکیم امین الدین نے اس کی تائید کی ۔ دوسری قرارداد کے بیش کرنے والے مولوی الف دین وکیل کیبل ہو ر اور اس کے موید مسٹر فافر علی ٹسٹرکٹ جج تھے ۔ کانفرنس کے اس مارے اجلاس کی روedad اقبال کے دستخطوں سے جاری ہوئی ۔ اقبال آخر دم تک آردو سے وابستہ رہے ۔ ان کی ۱۹۳۸ع کی

۱۔ ثار، بشیر احمد: "الوارث اقبال" ، کراچی، ۱۹۶۴ع، ص ۵۰۰-۵۰۵

گفتگویں سید نذیر نیازی نے "ابوال کے حضور" کے عنوان سے مرتباً کی یہ - ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ع کی نشست^۱ میں اقبال نے گفتگو کے دوران میں فرمایا :

"ہندی اور آردو کے لذاع سے لے کر جب سالہا مال ہونے مسلمانوں کی آنکھیں کبھیں اور انہوں نے محسوس کیا کہ سر سید کا یہ قول کہ ہمارا اور ہندوؤں کا راستہ الک الگ ہے، حرف بحرف صحیح ہے . . . یہ احساس اُس وقت یہی قائم تھا جب ترک موالات کی تحریکِ زور و پر تھی اور اُس وقت یہی جب کانگریس نے علی الاعلان مسلمانوں کی جدا گاہ توبیت سے انکار کیا۔ جب نہرو ریپورٹ پیش کی گئی اور جب اس سیاسی خلاف کے ماتھے فویں تعلیم اور قومی زبان کے نام سے ایک نیا خلاف ہماری تہذیب و تمدن اور ہمارے اخلاق و معافرت کے خلاف قائم کیا گیا . . . " ۲

- فروری ۱۹۳۸ع کی نشست^۳ میں نذیر نیازی نے اقبال کے کہنے پر قالد اعظم بھد علی جناح کی ایک تقریب پڑھ کر مناشی جو اسی روز اخبار میں چھپی تھیں۔ اقبال اس تقریب کی دو باتوں سے خوش ہوتے : "ایک تو جناح کے اس کہنے پر کہ ہندوستانے ماتزم سے شرک کی ہو آئی ہے۔ دوسرے اس پر کہ ہندی ہندوستانی کی تحریک دراصل آردو پر حملہ ہے۔ اور آردو کے ہر دسے میں بالواسطہ اسلامی تہذیب پر۔"

۱- نذیر نیازی، سید: "ابوال کے حضور" ، کراچی، ۱۹۶۱ع، جز اول، ص ۳۹ - ۴۰
۲- ایضاً، ص ۱۳۵ - ۱۳۶

۔ مارچ کی نشست میں اقبال کا ارشاد تھا کہ انگریزوں نے "باوجود سلطنتِ مغلیہ کے زوال و انتشار کے . . . یہ ملک مسلمانوں سے چھینا تھا، مسلمانوں کے لسان اور تہذیبی غلبے کو وہ اپنے لئے ایک خطرہ تصور کرتے تھے لہذا انہوں نے بڑی لذت دیں سے آردو کو فروغ دیا تاکہ مسلمانوں کا رشتہ فارسی اور عربی سے کٹ جائے اور وہ اپنے علی اور تہذیبی درست سے محروم ہو جائیں۔ مگر بھر اسی آردو سے جب مسلمانوں کے شعور ملتی کو قویت پہنچی اور وہ ان کی قومی زبان بن گئی تو یہ اس طبقاً حکومت کو ناگوار گزرا اور اب اس نے آردو کے مقابلے میں بندی کی حیات شروع کر دی۔"

ان ارشادات کے پیش نظر یہ کہنا خلط نہ ہوگا کہ زبان کے معاملے میں اقبال کا قاریخی اور فتاویٰ شعور مولوی عبدالحق کی نسبت زیادہ گہرا تھا۔ مولوی صاحب آردو کو بندو مسلم اتحاد کی زبان سمجھتے تھے اور اس وقت تک سمجھتے رہتے جب تک فرمہ یہ تو ابتداء فیadt نے ان سے یہ نہ کہہ دیا کہ "آردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ مسلم بادشاہوں نے اسے بھیلایا۔ مسلمان چاہیں تو اسے رکھیں۔" اقبال مولوی صاحب کے نقطہ نظر، لکھا ہے ایکانہ نہیں تو۔ ایک مدت تک وہ بندو مسلم اتحاد بلکہ وحدت قومی کے علمبردار رہے۔ مگر ان کی نظر میں آردو کی بڑھتی ہوئی ابھیت اس وجہ سے تھی کہ وہ مسلمانوں کے تفاوتی سرمائی کی امانت دار ان چکی تھی۔ اسی لیے جب انہیں مشحونہ قومیت کے

- ۱۔ "خطبتوں عبدالحق" ، کراچی ، ۱۹۶۳ع ، اشاعت ناز ، ص ۵۲۰ ۔
- ۲۔ ان کی ابتدائی تظییں اس کی شاید یہی ، مثلاً یا شوالہ ، تصویر دود ، بندی بیوں کا قومی گفت وغیرہ ۔

انکلات سے کوئی دل چسپی نہ رہی اور ان کے ذین میں بندو سلم مقابیت نے بندو سلم التحاد کی جگہ لے لی آئی واقع بھی ان کا آردو سے تعلق نہ صرف یہ کہ قائم رہا ، بلکہ پھر سے بھی زیادہ مستحکم ہو گیا ۔ لذیبو نیازی کی یادداشتی اور خود مولوی صاحب کی تقریبیں اس کی گواہ ہیں ۔ زندگی کے آخری دور میں تو اقبال ، مولوی صاحب کے مشن سے اس فدر ۱۹۲۳م آہنگ تھے کہ ان کی حکمت نہیں کے زندگی کے باقی دن مولوی صاحب کے ساتھ رہ کر آردو کی خدمت کریں ۔ ۱ یہ خدمت نہ تو انسانی سیاست تک محدود تھی اور نہ ہی آردو ہرستی کی حد تک پہنچتی تھی ۔ اقبال آردو کے خادم تھے ، ہر ستار نہیں تھے ۔ انہوں نے ۱۹۲۳ء - اگست کو سردار عبدالرب اشتر کے ایک خط کے جواب میں لکھا :

”زبان کو میں ایک بت تصور نہیں کرتا جس کی ہرستش کی جائے ، بلکہ اظہار مطالب کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہوں ۔ زلہ زبان انسانی خیالات کے القلب کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں القلب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مدد ہو جاتی ہے ۔ ہاں تراکیب کے وضع کرنے میں مذاقِ سلیم کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے ۔“^۱

اسی موضوع پر مولوی عبدالحق کو جو دہ برس بعد لکھتے ہیں :

”زبان کے ہارے میں سرکاری اسناد پر کوئی اعتقاد نہیں کیا جا سکتا ۔ زبانی الہی الدروف قوتون سے لش و کما

۱۔ مکتوب بنام عبدالحق ، مورخہ ۲۸ اگسٹ ۱۹۲۳ء ۔

۲۔ عطاء اللہ ، شیخ : ”اقبال نامہ“ ، حصہ اول ، ص ۵۷ ۔

ہاتھ بیس اور لئے لئے خیالات و جذبات کے اداکر سکنے پر
ان کے بنا کا اختصار ہے ۔ ۱۰۰

اقبال نے آردو زبان کو لئے خیالات ، لئے جذبات ، نئے کتابات
اور نئی تراکتب سے مالامال کیا ۔ ترجیحی اور اصطلاحات میں دلچسپی
لی ۔ ان کا ایک ترجمہ جس میں انہوں نے ذاکثر والٹ برجنٹ کے
ایک مقالے بعنوان "آردو زبان" کو الگریزی سے آردو میں منتقل
کیا تھا ، "خزن" کے ستمبر ۱۹۰۲ع کے شمارے میں جوہا تھا ۔^۱
وضع اصطلاحات کے پارے میں الجمن کے کام کی اعانت کے علاوہ
ان کی ذائق کوشش "علم الاقتصاد" کی تصنیف سے متعلق ہے جو
عمر حاضر کی اقتصادیات پر آردو میں سب سے پہلی کتاب ہے ۔ اس
میں اقبال نے نئی نئی اصطلاحیں آردو میں استعمال کیں ، اور چونکہ
مولانا شبیل نے اس کتاب کو اشاعت سے پہلی دیکھا تھا ، ان نئی
اصطلاحوں میں ان کی منظوری کو بھی شامل سمجھنا چاہیے ۔

اقبال کی شاعری کا تفصیل جائزہ اس مقالے کی حدود سے باہر
ہے مگر ایک چیز جس کی طرف الہی تک توجہ نہیں کی گئی وہ اقبال
کی عظمت بیان ہے جو ذوق و سودا کے تصادم کے شکوہ الفاظ سے
ماوراء ہے اور جس کے لیے الگریزی میں "گرینڈ سالال" کی ترکیب
استعمال ہوتی ہے ۔ اقبال کی نظر اگرچہ زیادہ نہیں مگر انہیں اختصار
اور جامعیت میں اپنا انان خوبی رکھتی ہے ۔ اور کہیں کہیں تو وہ نظر
میں شاعری کر جاتے ہیں ۔

۱- مكتوب ہاشم عبدالحق ، مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۷۴ع ۔

۲- تاج ، تصدق حسین : " مضامین اقبال" ، چیدر آباد دکن ، ۱۹۶۳ع ۔

اقبال زبان اور محاورے کے جھگڑے میں الجھنا پسند نہیں کرنے تھے مگر جب ۱۹۰۶ع میں کسی بے نام اہل زبان نے اقبال اور ناظر کے کلام پر اعتراض کیے تو اقبال نے "خزن" کے اکتوبر ۱۹۰۶ع کے ہرچیز میں ان اعتراضات^۱ کا جواب دیا اور پر قدم پر اسائندہ آردو کی سند بخش کی ۔

یہ جواب نظمی اور سکت ہے ۔ ایک اعتراض جسے انہوں نے صحیح تسلیم کیا، علامتِ فاعل سے متعلق ہے ۔ تقریباً تیس سال بعد^۲ اہل پنجاب اور اہل زبان میں یہ مسئلہ بڑی بحثیجی کا سبب بنا اور "نیازمندانِ لاہور"^۳ نے یہ موقف اختیار کیا کہ فاعل کے ماتھ علامتِ فاعل موزون ہے، نہ کہ علامتِ منقول ۔ پہلتے پرسوں کیفی نے بڑی حد تک اس موقف کی تالید کی ہے ۔ اقبال یہی ہی کہہ سکتے تھے مگر انہوں نے اعتراض کو مان لیا ۔ شاید اس وجہ سے کہ :

تمانفعل ز رجھیرے یے جانہ بینش
می آرم اعتراضِ گنہ نبودہ را

اس ایک مقالے سے جس کا عنوان "پنجاب میں آردو"^۴ ہے، پہلا چل سکتا ہے کہ اقبال کا آردو ادب اور خصوصاً اسائندہ کے کلام کا مطالعہ کتنا وسیع تھا ۔ دراصل یہ زبان اور محاورے کی چستی ہر ذریعہ دینے کا نتیجہ تھا کہ آردو کی ترقی کی رخسار مقابلہ سنت رہی ۔ زبان

۱۔ تاج، تعبدق حسین: "مسنوبین اقبال" مولید بالا، ص ۴۶ - ۴۸ ۔

۲۔ "نیازمندانِ لاہور" میں اس زمانے کے چند مشہور اور نوجوان پنجابی ادیب شامل تھے ۔ یہ بھی "نیزلگ خیال" کے ذریعے لہیلیں ۔

۳۔ پہلتے کبھی : "کیفیہ" الیعن ترق آردو، ۱۹۵۰ع، ص ۱۶۲ - ۱۶۸ ۔

شند و رند تو بنتی گئی مگر اس کی معنویت کو کم فروغ ہوا۔
متروکات کا دالرہ وسیع اور زبان کا دالرہ تک ہوتا گیا۔ اسائنا نے
انھی انھی خاورے اور روزمرہ کو سوچی بنا کر ان پر ڈٹے
رہے۔ جناب ایس جن کی زبان پر خود لکھنے میں اعتراض ہوئے،
فرماتے ہیں :

دعویٰ زبان کا لکھنے والوں کے سامنے ۹
اظہار ہوئے مشک غزالوں کے سامنے ۹
دل سے نصیح الملک سزا داغ نے چیلنج کیا :
آردو ہے جس کا نام بھی جانئے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہاری زبان کی ہے
تیس دہلوی کا ارشاد تھا :

تسیم دہلوی ہم موجدِ بابِ فصاحت ہیں
کوئی آردو کو کیا سمجھئے کا، جیسے ہم سمجھتے ہیں
 DAG نے بھر لکھا را :

خوبی کھیل ائے داغ پاروں سے کہہ دو
کہ آئے ہے آردو زبان آئے آئے
ادھر سے حقیقت جالندھری پنجاب کا جوہندا الہا کر میدان ہیں کر دے

۱۔ حضرت جوش ملیمان مدظلہم، جن کی زبان پر بُٹے ہے بلا اہل زبان
اپنی حرف نہیں رکھے سکتا، انھی مجموعہ مختن "باداہ سر جوش" کے دیواری
میں رقم طراز ہیں کہ اسائنا دبل و لکھنے کے سارے متروکات میرے
نر دیک یہیں متروکات ہیں۔ مگر ان کے علاوہ دو تین مو لفظ اور یہیں جو
میں نے فلان طور پر ترک کر دیے ہیں۔ اس کے بعد ان کی فہرست دے
دی ہے۔ اب آئے میدان میں جس کی محال ہے ا

اور یہ سمجھئے کہ بلوہ ہونے ہوئے رہ گا :
جنگ چھڑ جائے ہم اگر کہہ دیں
یہ ہماری زبان ہے ہمارے
ابال نے اس جنگی بازی سے اپنا دامن چھایا :
ابال لکھنؤ سے نہ دل سے ہے غرض
ہم تو اسیروں خمر زلفِ کمال کے
مگر اس کے ساتھ ہی غالب کی باد تازہ کرتے ہوئے یہ بھی کہہ کئے :
کیسوئے آردو ابھی منت پذیر شانہ ہے
شعع ہے سودائیِ دلسوزیِ پرووالہ ہے
بہ بات امن سے ہٹلے کسی نے نہیں کسی نہیں - خداۓ سخن میو نے
جب کہا تھا :

ستند ہے میرا فرمایا ہوا
تو الہیں بھی یہ خیال نہ گزرا ہوگا کہ ایک نئی دلیا ابھی خیالات و
جدبات، انکار و احساسات لیے اردو کا انتظار کر رہی ہے جس
کے لیے نئی زبان اور لہا بیان درکار ہوں گے۔ یہ شعور اقبال اور
مولوی عبدالحق میں مشترک تھا اس لیے مولوی صاحب نے اقبال
ہی کے مضرع کو ابھی لیے ستعلِ راہ بنایا :
کیسوئے آردو ابھی منت پذیر شانہ ہے

ابال کا جی احساس تھا جس نے انہیں ابھی شاعری کے ایک
خاص صحلے ہر فارسی کی طرف مائل کیا - "اُرار خودی" کی
تمہید کے آخر میں فرمائے ہیں :

گرچہ هندی در عذوبت شکر است
طریز گفتار دری شیرین نر است

فارسی از رفتہِ اندیشہ ام
 در خورد با فکرہِ اندیشہ ام
 مگر اقبال کا عارضی طور پر اردو کو چھوڑ کر فارسی اختیار کرنا
 اردو سے بیزاری یا اس کی مخالفت پر محسوس نہیں کیا جا سکتا۔
 وہ اپنے خیالات کے لئے ابک مناسب اور موزون پیرایہ اظہار کی
 تلاش میں تھے۔ انہیں اس وقت جو کچھ کہنا تھا، فارسی زبان کی
 فکری روایات اور صلاحیتوں کے بیش نظر وہ ان خیالات کو فارسی میں
 اردو سے بہر ادا کر سکتے تھے۔ مزید براں فارسی اور اردو ابک دوسرے
 سے الگ نہیں ہیں۔ اردو میں فارسی کے الفاظ چالیس پچاس قی صد سے
 کم کیا ہوں گے۔ لیکن جب اقبال فارسی سے اردو کی طرف واپس
 آئے تو ان کے کلام میں ایک وسعت، ایک گہرائی اور ایک پختگی
 نہیں جو ”بانگِ درا“ کی المدون میں نہیں ملتی۔ ”جالِ جبریل“،
 ”غربِ کلیم“ اور ”ارمنانِ حجاز“ نے اقبال کے بعد آئے والوں کے
 لئے اردو میں بلند سے بلند اور وسیع سے وسیع خیالات اور جذبات کی
 ترجیانی کا راستہ ہموار کر دیا ہے۔ اقبال اردو سے کبھی روکھے نہیں۔
 بلکہ ہدے وقت ایک مشاطہ کی طرح اس ہری پیکر کے گیسو
 سنوارنے میں لگئے رہے۔ اس میں شک کی کوئی کجالش نہیں کہ
 جوانی میں جو محبت الہیں اردو سے پیدا ہوئی تھی، اسے انہوں نے
 آخر تک ناہا۔

مکتوباتِ اقبال

بندام بابائیں اردو مولوی عبدالحق

لندن خاپ روند - خلدوں نوں امر می ہے اور باتیں بڑے خدا چشمہ
مدت اگر مرد میں جاپ ملنے کو سے
بکھرے اس لئے نہ کرو اور سفر کے وہیں سفر ڈیج کر سفر کا اگرچا خیال رہا تو
مات بھر دیں اور سفر از کے علاج پھر بروائی ہے جو من ٹکٹک پڑھا ہے اور مسلسل کیا کیا کیا
ہے - بہترین کام اس فرشتہ میں ہے اس کے لئے سفر کے نہیں ہرگز قرآن را مدد دے
نہ پڑتا - یعنی الگ فارہ میں بول کر قرآن فرشتہ خیال کر اس کا ایسا ڈرامہ کیا جائے اس سفر
ہے - اگر ہر امر لفڑیاں غربت زدہ اس فرشتہ کرنے کو بہت بہت سب سماں ہم بہ
سے جفت پیش کیا جائے کہیں ہے -

اب سے قدر یہ آنکھ دیکھ رہی تھی اس سے یہیں یاد فرض "کھنہ نہیں نہیں"
نہیں اور اس کو کوئی کس سے نہیں کام ملاؤں صافی آتنا ہے اقبال کے مدد
کے امر اتوں کو کیا کوئی کام ہے اسی کیلئے اس فرشتہ کے
لئے یہ صدھ اس فرشتہ کا سامنہ - وہ صدھ اس فرشتہ کو کہا جائے اور اس کو
ایک نیا کام رکھ دیں لیں ملاؤں کا نہیں خلدوں کا جو راستہ اپنے دل کا راستہ
سید فردیس بہرہ - یعنی اس کے سامنے کوئی سفر نہیں تھی اس کو کہو ہو تو زندگی نہیں
ہے اس کا نہیں اس سے تحریک کیا جائے اگر بڑا کام ہے تو اس کو ایسا ہے اس کا نہیں
کام ہے اس کا نہیں

لیز اپ نیز اس دیجیتال نیمی میگیرد و سر نام گذاشته باشد که هر چشم بیکار
و همه سر نمکو بیکار است اینکه نیز سایر بخشی های فرمول ۲۰۰۰ بخواهد داشته باشند +
آنچه زیر نشان داده شده ای اینکه این فرمول ۲۰۰۰ را در سه بخش به عبارت میگیرد -

(۲) پانچوں کا اگر بھی روزِ قبولِ اگرند اسے زیادہ ہے۔ سادہ ملے فراہم کا صلح انداز
بیغم و بیتر سخنے لئے انا ہے تاریخ برکت اپنے اس اگرند اور ملکیتِ بھولہ مذاق بدل کر
کچھ کو بدھ دے آئیں اس نے خود مخالف ایج رہ بنا کر فیض کا بستہ تجربہ جائزیں اس نے بنائے
کوئی فرمائے۔ بہت بہت بخشندهی کی طرف عازیز ہے۔

مکالمہ ایام

لارہیہ ۷۰ کرنٹھ

خنجرینا - میر تو میں جزا فر ہوئے ہام سم انا وہ رکھ تھا
گرفتار کر کر کاد دے، میر کی انعامہ بسی رہا۔ ہمارا بنا ہر
بیوی صبح کے لیے ہر ہد برس جائے گا چنانہ تباہی سر ملٹری فورسز
و حکومت سے برا سی بنا ہر اکار، کونے پر جوہر ہوا ڈاہر کر
سندھیوں سے بہر لے چڑھ لپیں ہے۔

اب دو تر کہ بھے نہ تین کے سدا زندہ مستقیم رہتے ہے۔ بیت کے
اتبارے یہ تو کہ اس قریب کم کم جمع کی بیش کیا انجمن سرپرہ روح الہ
کے کھر۔ زیادہ کی فوز کروں ایسے ہجتے افغان لکھتا ہے۔

خنجر جوہر آباد

لیلہ

۲۲ بچل رسم ۱۹۴۷ء

مُحْمَّدِيَّ بَنْجَارِيٌّ جَبَرِيٌّ جَبَرِيٌّ
مُحْمَّدِيَّ بَنْجَارِيٌّ جَبَرِيٌّ جَبَرِيٌّ مَرَاجِنِيٌّ جَبَرِيٌّ

اُرْدُو اُشْتَهِيٌّ نَفْرَانِيٌّ اُزْنَانِيٌّ مَنْجَالِيٌّ لَوْنَدِيٌّ
ضَرْبَانِيٌّ جَبَرِيٌّ مَرَاجِنِيٌّ اُسْبَانِيٌّ عَالِمِنِيٌّ اَنْجَانِيٌّ اَنْجَانِيٌّ
اَنْجَانِيٌّ اَنْجَانِيٌّ دَنْ دَلَبِيٌّ سَاقِيٌّ لَبَرِيٌّ اَرْدَنِيٌّ فَرْجِنِيٌّ رِسَنِيٌّ - کَنْکَنِيٌّ هَنْکَنِيٌّ دَرْجَنِيٌّ
زَعْلَانِيٌّ بَنْجَانِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَوْلَانِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَوْلَانِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَوْلَانِيٌّ
افْنَارِ دَاعِلِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَاعِلِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَاعِلِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَاعِلِيٌّ بَنْجَانِيٌّ دَاعِلِيٌّ

نمیں
حراباں

النَّكِير

عزوی خلب ہوں۔

مسروزم مانند اس کی درود صدی ہے اس مانند جس سے اس کے
اب اور دارا ہوں کی وجہ قرآنی حق۔ اب متوسطان جس تھے یہ باتیں کہاں تقریباً تھیں گی ۱
جس روڈ مزوم کی عالمگاری سوت کی خواہ ہے پیش ۲۔ سے اس کے
ارزوں میں اخلاق کی وجہ۔ جو اسلام فرماتے ہیں کہ مسلمان کے
حقیقت ہیں۔ مسلمان کے حلقہ میں ہیں۔ تیرپتے مزوم مانع مصلحت اپنے خواہ کے اسکے
یقین کی آرزو اور تکمیل کی خواہ ۳۔ کا وہ ورم سے جو ایوبیت کے سزا ہیں ملک زندگی
اللہ تعالیٰ بنا کیتھے اس کے میرا نعم ایک یقین سے بنا ہے کہے۔ گورنر جاہیں ملک زندگی پر تکب
کی ہیں کیونکہ بھلی آئیں۔

زیادہ پاہ من گرد۔ مسکرا اب نامزد ہم بخڑو ۴۔ مزوم کے تحد
ہیں اب کو دلوں میں بعد تک اور مذکوہ ہیں۔ لیے افمال اس قدر کی رہیں کے مسلمان
کر دیجئے۔ تھار کے اہل بن جو مانے۔ کراشتا و مردہ اب تک چیخ کر گئیں
سرگار جہدیں کے سعادت ۵۔ وہ مسلم مزوم ایک اردو پچھے۔ اقبالت ہی
دکھا دے۔ کافہ دوستی کے والیں آئیں۔ والیں

لابا خلص

تم ایاں

یہ صفتیں گیو کے ڈاکڑیں نہ لئے ہی نہیں ہے سخ رہا۔ یہ خدا ہے ہم
سے مکروہ ۶۔ نعم ایاں دوسرا بند ایسا نہیں ہے۔ مسلمان مزومانے

Dr. Syed Muhammad Syed
B.A., M.A., M.Sc., M.Phil.

MARY FIELD
Lahore 9 Sept., 1957.

مخصوص ببابِ صلح و باب
نیم۔ آپی فرازش نامِ علمی ہے جسے شعبتِ تحریر ملزوم ہے۔ اور دو ربان
کے تعلق ہے جو کل شخص اپنے کرچے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں آئندھی
کو چونکہ تحریر کرنی ہے۔ تحریر کے نزدیک اس بات کو راپ کے نزدیک وہ سچوں کی
کو زوجی نہ ہو رہا ہے بلکہ اعداد پر کوئی اختلاف نہیں کی جائے۔ زبانیں ایسیں
اندوں تو تو سے نشوٹ نہیں ہوں گی۔ ابھر خلائق خواہت و خدمت کا دربار کی
پر اپنے بنا کا اختصار ہے۔ آپ کی کوئی مشکل کام کر کریں وہی ہر قرآنی حجامت ہے۔
جو آپ سہرپڑھیں و صبح کمر پکھیں۔ کبھی کبھی خوبیں اور وہیں ہیں جو نہ ہو۔
آپ کو پورا ہی گما۔ کسی نہ نہ کہ خدا ہیں آپ نے مجھ کی قضا۔ وہ بھی اپنے
ذیادوں فُضیلتوں انگلار سے محفوظ ہے جوں ہوئے۔ ملکہ حواسِ اسطورہ را بخ
ا جاپ کے لامہ ہو رہا ہے۔ کیوں سما ہے سے آپ نے کلمہ عالم اعتماد کیا ہے
اگر وہ تکمیلیں لےتا۔ تو پی سستی ہر کو کام و مقصد سرفتو ہے۔ تحریر
سرکاریہ سے سفر اپنے گہرے نہ کھوئے لکھوئے پس اپنے دلائی ہے۔ با اپنے اخراجات
کے ہیں۔ جس سے اپنے بخوبی ہے۔
بنی اسرائیل کا فضلہ و تحریر سے خوبیت ہے۔ اپنے ہے کہ آپ کا منبع بخوبیہ ہے۔

و سلام۔

آپ کے مخصوص

محمد اقبال

Dr. Sir Mohammed Iqbal
BARTON LAW

Cahor

MARY ROAD
1912

کوکا جائیں ماریں

سہمن - یہ سے ایک گھون سے نکلا جائے آنکھ
دھوت دلکش ہے - پرانہ بار سفر کی رخت فونڈ کی افزائش - ایک دلخواہ
ایک کام کو سینے ہی کرنا غائب فراہم اور مکریہ نہ بلکہ یقین ہمارا
اٹھبٹت لے چکا -

ٹڑا درد نہیں بخ دلچسپ سفر ایک حسیر افہم کہنا - سیدنا کے
دبر ایک اور یقین خدا کو عزیز اور ایک منظر - اس بھر جان بنیادی
بگا - ۲

نفر

مختاری

Dr. Syed Mohammad Iqbal.
M. A., Ph. D.,
Bar at Law

Talwar Road,
LAHORE..... [پاکستان] ۱۹۳۳

سر جنگلی - طبع بین

طبع - اگر آپ دوست سے ذوق کا اخراج درج کیا
ہوگے ہے۔ صفتیت، رکورڈ اور دوست سے آپ کی خوشیاں
کر کے دیے ہئے کہ شعب پس سخن جانکاری کو رہنمائی
پر کیا ہے۔ دیگر میزبانوں کے مقابلے میں اونچائی سے پہلے کیا ہے

رخاں - ایک جگہ بے نسبت بزرگ - ()

نفر

محمد انبار

جلیل نظری
دیوان

در علاوه عکب

سرمیند - اس بے آپنے نایا اپی رہا - لامع
نیایا کا سخن کا گلزار کتاب مشرف دینے سخن از جو خوبیں پیش کیا اے
س کر جو جو جو - بے خود جو اکب سر خوبی دیکھے - فتنہ صنیوں نے بتھو
کھو رہی چاہے - بیدار کو شتے پانچ چرچھی سے خواہ دیکھے (صفحت المیاض
رجم و سو) وہ بیفت زیر اکار سر کا پار کر دیکھی کے - تر جو اب بنت ہو رہا
بے اور خوبیاں خوبیاں حسین دلو چار دیر بستے ادا وادہ کا کنٹت پر پختہ بیک
خدا چاہے آپ کی درد میں سخن ہے - بیک خوبیاں ای ای خوبیاں ساختے اند
دریکھ تاریخ وغیرت دے ذریعہ کو اوت دا ڈیکھ بھو سکیں - ۳۰ منصر

محمد رامی

(۱)

لابر

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

خندوی^۱ جناب مولانا - نوازش نامہ ابھی ملا ہے۔ اس سے پہلے یہی آپ کا خط مع تجویز^۲ ملا تھا۔ مگر میں علات^۳ کے باعث جواب جلد نہ لکھ سکا۔

پہلے سے اجھا ہوں مگر انسوس کہ ابھی سفر کے لائق نہیں۔ خصوصاً جب کہ سفر^۴ کھٹتے سے زیادہ ہو۔ رات بھر ریل میں سفر کرنے سے مجھے تباہ ہو جاتی ہے جو سخت تکلیف دیق ہے اور یہ سلسلہ کئی کئی دن رہتا ہے۔ ہر حال اگر اردو کالفنیس کی تاریخوں تک میں سفر کے قابل ہو گیا تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن اگر حاضر نہ ہیں ہو سکا تو یقین جالیسے کہ اس ایم سعالیے^۵ میں کہہ آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی ایلیٹ نہیں رکھتا، تاہم میری لسانی عصیت دانی عصیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

آپ کی تجویز میں اختلاف کی کوفہ زیادہ گنجائش نہیں۔ میرے خیال میں صرف دو باتیں زیر بحث آئیں گی۔

اول یہ کہ فتنہ^۶ کہاں سے آنے کا؟ عام مسلمانوں کی حالت انتہادی اعتبار سے حوصلہ شکن ہے۔ اس ا توجہ کریں تو کام ان سکتا ہے مگر انسوس ہے کہ اکثر مسلمان امراء متروک ہیں۔

دوم یہ کہ صدر الجمیں کا مستقر کہاں ہو؟ میرے خیال میں اس

کا سفر لاہور ہونا چاہیے اور اس کے لئے ایک سے زیادہ وجوہ ہیں :

(۱) مسلمانوں کو اپنے حفظ کے لئے جو لڑائیاں آئندہ لڑنے پڑیں گی ، ان کا میدان پنجاب ہو گا۔ پنجابیوں کو اس میں بڑی بڑی دشمنی پیش آئیں گی کیونکہ اسلامی زمانے میں جان کے مسلمانوں کی مناسب تربیت نہیں کی گئی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ آئندہ رزم کا یہی سرزین معلوم ہو گا ہے۔

(۲) آپ الجن آردو سے متعلق ایک پبلشنگ ہاؤس قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی کامیابی یہی لاہور ہی میں ہو سکتی ہے کیونکہ ایک بڑا پبلشنگ سنٹر ہے اور بہت سا طباعت کا کام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ انگریزی پبلشنگ کی طرف یہی جان کے مسلمان توجہ کر رہے ہیں۔

(۳) جان کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے۔ سادہ دل^{۱۰} صحرائیوں کی طرح ان میں ہر قسم کی بالیں سنتے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر رہے ہیں۔ ایک معمول جلسے کے لئے آئے دس ہزار مسلمانوں کا جمع ہو جانا کوفہ بڑی بات نہیں۔ بلکہ یہیں ہیں ہزار کا جمیع یہیں غیر معمولی نہیں۔ یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں یہیں نہیں یاں جاقہ۔

باق رہا آپ کے خط کا آخری فقرہ^{۱۱} ہے، وہ میں اس کے لئے آپ کا بہتر شکر گزار ہوں۔ اللان جب تک زندہ ہے انکار و تردیدات

لازمهٗ حیات یعنی : ع

ستا ہوں جو بے چین گھری بھر نہیں ہوتا
 معنوی اعتبار سے تو مدت ہونی میں نے اسے آپ ہر بھی چھوڑ
 دیا تھا۔ اب ظاہری اعتبار سے بھی چھوڑتا ہوں، کیونکہ آپ ایک
 صاحبِ عزم^{۱۷} ادمی یعنی اور یہ بات مجھے مدت سے معلوم ہے۔
 زیادہ کیا عرض کروں۔ آمید کہ آپ کا مزاج بغیر و عافیت
 ہرگا۔

ختم

بد الیال

(۲)

لابور

۲۱ اکتوبر ۳۶ع

خندوں مولانا - میں تو علی گڑھ^۱ حاضر ہونے کا مضمون ارادہ
رکھتا تھا مگر اسوس کہ کمر کے درد سے ابھی تک افتدہ نہیں ہوا۔
اس بنا پر تھیہ علاج کے لیے بھوپال^۲ بھی نہیں جا سکا۔ علیٰ هذا القیام
فلسطین کا الفرس^۳ کی صدارت سے بھی اسی بنا پر انکار کرنے پر مجبور
ہوا - حالانکہ مسئلہ فلسطین سے بھی بے حد دل چسپی^۴ ہے -
آپ کی تحریک سے بندوستان کے مسلمانوں کا مستقبل وایسٹ
ہے - بہت سے اعتبار سے یہ تحریک اُس تحریک سے کسی طرح کم
نہیں جس کی ابتداء مرید رحمة اللہ علیہ^۵ نے کی تھی -
زیادہ کیا عرض کروں - آئیں ہے کہ آپ کا مزاج بغیر ہو گا -

خلاص

بھد ابوال

(۳)

لارور

۲۸ اپریل ۱۹۳۷ع

خدومی جناب مولوی صاحب -

آپ کا والا نامہ بمع^۲ رولنڈ اور اغراض و مقاصدِ الحسن ملا۔
بھی کو ان اغراض و مقاصد سے بورا اتفاق ہے۔ لیزِ الحسن کی
رجسٹری^۱ کرالا ہی منظور ہے۔

آردو کی اشاعت اور ترق کے لیے آپ کا دل میں نقلِ سکان^۲
کرنا بہت ضروری ہے۔ معلوم ہیں آپ کے حالات^۳ ایسا کرنے کی
اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ کاشی میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے
سامنے رہ کر اردو کی خدمت کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ ایک تو
علالت پیچھا نہیں چھوڑتی، دوسرے بھوون کی خبر گیری اور ان کی
تعلیم و تربیت کے فکر افکارِ دامن کیوں۔ آمید کہ آپ کا مزاج
بخیر ہو گا۔

ختمن

ہد اقبال

(۲)

لاہور

۳ اگست ۱۹۳۷ء

خدویں جناب مولانا

سعود سحوم^۱ کا اخلاص ، اس کی درد مندی اور اس کا
اخلاق جس میں اس کے باب اور دادا دلوں کی جھلک نظر آئی
تھی ، اب پندوستان میں یہ باتیں کہاں نظر آئیں گی ।

جس روز سحوم کی لاگوانی موت کی خبر لاہور پہنچی ہے ،
میں نے آسی روز چند اشعار لکھئے تھے جو ارسالِ خدمت کرتا ہوں ۔
مگر یہ اشعار مرثیہ کہلانے کے ساتھ نہیں ۔ مرثیہ لکھنا مجھے
آتا ہی نہیں ۔ ”میرے لیے سحوم کا غم محض ایک حرک ہے اس
یقین کی آزو اور تلاش کا کہ سحوم باوجود ہم سے جدا ہو جانے
تک صرا نہیں بلکہ زندہ ہے ۔“ اسو یہاں ایک نظر قارئ ہے مگر
میرا غم اسی یقین سے ہنکا ہوتا ہے ۔ گذشتہ چالیس سال سے میرے قلب
کی یہی کیفیت چل آئی ہے ۔

زیادہ کیا عرض کروں ۔ آمید ہے کہ آپ کا مزاج بغیر ہو گا ۔
سحوم کے متعلق میں آپ کو کچھ داؤں کے بعد ایک اور
خط لکھوں گا ۔ فی الحال اس خط کی رسید ہے مطلع کر دیجیے تاکہ
جیسے اطمینان ہو جائے کہ اشعار مرشد آپ تک ہنچ گئے ہیں ۔
سر اکبر حیدری^۲ سے ملاقات ہو تو میرا سلام عرض کر دیجیے ۔

اخبارات میں دیکھا ہے کہ وہ ولایت سے واہس آگئے ہیں ۔ والسلام
آپ کا مخلص
مدد اقبال

بھیجی خوف بھارت^و کی وجہ سے لاکھروں نے لکھنے بڑھنے
سے منع کر دیا ہے ۔ یہ خط ایک دوست سے لکھوا یا ہے ۔ نظم کا
ان سے دوسرا بند آلاتا لکھا گیا ہے ، معاف فرمائیے ۔

(۵)

لارور

۹ ستمبر ۱۹۳۷ع

خندوی مولوی صاحب ،

وسلم ! آپ کا اوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لیے ہت شکر گزار ہوں - آردو زبان کے تحفظ کے لیے جو کوششی آپ کر رہے ہیں ان کے لیے مسلمانوں کی آپنے لسلیں آپ کی شکر گزار ہوں گی ۔ مگر آپ سے زیادہ اس بات کو کون سمجھ سکتا ہے کہ زبان کے بارے میں سرکاری امداد پر کوئی اعتقاد نہیں کیا جا سکتا ۔ ۲ زبانیں اپنی الفروقی قوتوں سے نشو و نما باتیں اور لئے ائے خجالات و جذبات کے ادا کر سکتے ہوں کے ہذا کا الحصار ہے ۔ آپ کی کوششوں کا سکر ویسی بروگرام ہونا چاہیے جو آپ علی گڑاء میں وضع کر چکے ہیں ۔ ۳ کبھی کبھی بتعجب کا دورہ ہیں لازم ہے ۔

آپ کو یاد ہوگا کسی گذشتہ خط میں آپ نے مجھے لکھا تھا کہ مجھے اپنے دلیاوی افکار سے مختصر بہ ہوں گا ۔ بلکہ اس افسطراب کو اپنے احباب کے لیے چھوڑ دینا چاہیے ۔ کہاں معاملے میں آپ نے کوئی عمل اقدام کی ۔ اگر آپ تک نہیں کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مرتعہ ہے کیونکہ سر اکبر جباری نے اپنے گذشتہ خطوطوں میں ایڈ دلانی ہے یا ایسے اشارات کیجیے ہیں جن سے امید پنداشتی ہے ۔

باقی خدا کے نفضل و کرم سے خیرت ہے ۔ ایڈ ہے کہ آپ کا مراجع بخیر ہوگا ۔ والسلام

آپ کا غلص

پھر اقبال

(۶)

لابر
۲۴ ستمبر ۱۹۷۰ء
مخدومی جناب مولانا ،
سلامِ متمنون

میں نے سنا ہے کہ لیگ کی طرف سے آپ کو یہی لکھنؤ آنے کی دعوت دی گئی ہے ۔ براہ عنایت اس سفر کی زحمت ضرور گواڑا فرمائیں ۔ آردو کے متعلق اگر لیگ کے کمیٹی میشن میں کوئی مناسب قرارداد منظور ہو جانے تو بھی یقین ہے کہ اس کا اثر بہت اچھا ہو گا ۔

نهوڑا عرصہ ہوا میں نے آپ کی خدمت میں ایک رجسٹرڈ آنکھ لکھا تھا ۔ رسید تو اس کی واپس آگئی تھی لیکن خط کے جواب کا ابھی تک منتظر ہوں ۔ امید ہے ۔ آپ کا مزاج بغیر ہو گا ۔

خلاص

محمد اقبال

(۷)

لہوڑ

۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ع

خدوی مولانا، مزاج شریف۔

السلام علیکم۔ اللہ آباد یونیورسٹی سے ذی لٹ کی اعزازی ذکری
 آپ کو مبارک ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ آباد یونیورسٹی نے آپ کی
 قدرشناسی کر کے اہل بخوبی تکاہوں میں 'ستحق' مبارک باد کر لیا
 ہے۔ اس واسطے آپ کو مبارک باد دینے ہوئے اللہ آباد یونیورسٹی
 کو اپنی ان کی لکھ شناسی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

خلاص

پیدہ اقبال

(۸)

جاوید منزل، لاہور،
۱۵ مارچ ۲۸۴

ڈیر مولوی صاحب

سلام مسنون۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج ابھا ہو گا۔ مجھے
علوم ہوا ہے کہ سارنے کی الکریزی کتاب 'مقدمہ' تاریخ سالنس' کا
ترجمہ نیازی صاحب آپ کے لیے اردو میں کرو رہے ہیں۔ میں نے
ترجمے کا ایک حصہ خود بھی دیکھا ہے۔ نصف سے زیادہ کتاب کا
ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ چونکہ گلشنہ پانچ چار بوس سے نیازی
صاحب کے حالات ایجھے نہیں رہے، اس لیے وہ باطمینان ترجمے کا
کوئی حصہ آپ کو نہ بھیج سکے۔ ترجمہ آپ صاف ہو ریا ہے اور
نیازی صاحب نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اپریل سے ماہ بناہ آپ کی
خدمت میں پہنچتا رہے گا۔ نیازی صاحب آپ کی مدد کے مستحق ہیں۔
میں چاہتا ہوں آپ الہیں تھوڑا سا وقت اور دیجیں تاکہ وہ اطمینان
کے ساتھ ترجمے کی اتساط آپ کو بھیج سکیں۔

خلاص

ہدایاں

حواشی

مکتوبِ اول :

۱۔ اقبال نے مولوی صاحب کو "خندوںی جانب مولاں" کہہ کر خطاب کیا ہے۔ یہی خطاب باقی مالکہ سات خطلوں میں سے تین میں استعمال ہوا ہے۔ ایک میں "خندوںی مولاں" دو میں "خندوںی جانب مولوی صاحب" اور ایک میں "لٹیر مولوی صاحب" ہے۔

مولوی صاحب اقبال سے غیر میں یہی لڑتے تھے (اقبال کی مختلف تاریخ ہائے یہاں کے لیشی، نظر تین سال سے سات سال تک) اور اقبال کو ان کا احترام بھی تھا۔ خصوصاً اس لیجے کہ وہ مولوی صاحب کو انہی الاظاظ میں ایک "صاحبِ هرم" آدمی سمجھتے تھے۔ ریا "مولانا" کا خطاب تو مولوی صاحب کو عام طور پر "مولوی" اس کہا جاتا تھا اور اب یہی وہ مولوی عبدالحق ان کے نام سے یاد کریں جاتے ہیں۔ "مولانا عبدالحق" سے ذہن شیعہ عبدالحق حدث دہلوی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ یہاں یہی اقبال کو احترام کا اظہار وہ مقصود ہے۔

مولوی صاحب کی "مولویت" کا مانظر اول ان کی روشن بیارگ پا منظر دفعہ نہیں تھی بلکہ ہمدر آیاد دکن کے ایک عہدیدار کی حیثیت سے دوسرے عہدیداروں کی طرح وہ "مولوی" کہلاتے تھے۔ البته ان کی وضع قطع نے اس خطاب کے مستقل کرنے میں ضرور مدد دی۔

۲۔ تجویز۔ یہ تجویزِ الفہمن کے صدر مقام اور بیلشنگ باوس کی بامت بی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ موجودہ خط الہی معاملات سے متعلق ہے۔ الفہمن کہ مولوی صاحب کا خط، جعن کا جواب اس خط میں ہے، دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲۔ علات۔ علی بخش مرحوم کے قول کے مطابق "اس علات کی ابتدا ۱۹۳۰-۱۹۳۲ع میں ہوئی۔ جائزے کا موسم تھا اور عید تھی۔ اقبال عید نمازی کرنے - واسی بڑھوں نے دین کے ساتھ سویان کھالیں جو ان کی مرخوب خدا تھی۔ دوسرے ہی دن ان کا گلا خراب ہو گیا۔ اس رات وہ دو نمازی بھی تک کھانے دیے اور صحیح کو آواز بند ہو گئی۔ یہ علات ان کے انتقال تک قائم رہی۔^۱

مید نذر نیازی نے اپنی کتاب "ابوال کا مطالعہ" کے آخری باب میں، جو اقبال کی آخری علات سے متعلق ہے، نیازی کا لذتکرہ مقابلہ "تفصیل سے کیا ہے۔ معالجوں میں ذلی کے حکیم نایابنا، لاپور کے حکیم فرشی اور بھوپال کے ڈاکٹر باسط فابرلڈ کروں۔ اقبال کے بھوپال کے قیام کا منتصد بھی زیادہ نر علاج لہا۔ اس کی تفصیلات صعبہا لکھنؤی کی تحقیقی اور "براز معلومات کتاب" (ابوال اور بھوپال) (ابوال اکادمی کراچی، ۱۹۶۴ع، ص ۱۰۰-۱۰۸) وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

لات کے مسلسل میں اقبال نے ایک ذمہ راتم الحروف کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مذاقاً فرمایا کہ یہ جو میں زندگی اور کائنات کے بڑے بڑے راز آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں، یہ بیماری اسی کی سزا ہے۔

۳۔ "اس معاملے میں تمیں کلبہ" اپ کے ساتھ ہوں۔ "شیع عطاہ اللہ کے سر اشہ کفردہ" (ابوال نامہ) میں "کلبہ" سے پہلے کا "میں" مذوف ہے۔ اس طرح خط کے آخر میں "ابوال نامہ" میں "والسلام" ہے۔ مگر اصل خط میں صرف ایک لکھر سی ہے جسے "والسلام" یعنی سمجھا جا سکتا ہے اور بعض خط کا اختتام ہے۔

۴۔ یہ اقبال کی کسر نفسی ہے جو ان کی سیرت کا ایک مستقل جزو تھی۔ ورنہ جو خدمت انہوں نے اردو زبان کی بحثت زبان کے کی ہے وہ اردو کی ساری تاریخ میں شاید اس کسی اور نے کی ہو۔ واقعہ یہ ہے

۱۔ اقبال، شاعر اور فلسفی (بنیانِ انگریزی)، پاک جو من خود کراچی ۔

کہ اقبال کی نظم و نثر نے اردو کو جو پہنچا اور گھرانی بخشی ہے اور جن لامی، ادبی اور علمی بلندیوں پر اسے پہنچایا ہے اس کا کلامدہ اپنی تک اعتراف نہیں کیا گی۔

ابوال لسان عصیت کے حاسی میں سکر تعمیث کے نہیں۔ انہیں فارسی اور انگریزی سے بھی محبت تھیں۔ فارسی میں ان کا کلام فارسی ادب کی دولت ہے۔ ایران کے دور حاضر کے سب سے بڑے شاعر ملک الشعرا چار نے راقم العروف سے ایک دفعہ کہا کہ اقبال کا انداز نکر و لیاں فارسی میں اس قدر منفرد ہے کہ وہ اس کے متعلق اپنی "سبک شناسی" سے الگ ایک مستقل کتاب لکھنا چاہئے ہیں۔ السوس ان کا یہ ارادہ بورا نہ ہوا سکا۔ یہ شعر چاہیں کا ہے:

عصرِ خلخالِ خاصہ، اقبال گشت
واحدی کمز صد هزاران برگذشت

انگریزی میں اقبال ایک صاحبِ حریزِ لادب اور اختصار اور جامیت کے پادشاه ہیں۔ ان کا علمی کارنامہ بیشتر انگریزی میں ہے۔ ان کی انگریزی نثر میں کہیں ہے ایک لفظ بھی نکال دیا جائے تو مطلب ثبوت ہو جائے کا اندیشہ ہے۔

اس کے علاوہ اقبال عربی کے عالم اور سنسکرت، جرمن اور دوسری ہوریں زبانوں میں بھی بخوبی واقف تھے۔ اپنوں نے جہاں تک ہو سکا، دنیا کی ہر زبان سے استفادہ کر لایا اور ان کی علمی کاؤشوں کا فائدہ بیشتر اردو کو پہنچا۔ مگر ان کی اردو دوستی کسی بھی زبان کی خالفت ہے وابستہ نہیں تھیں۔

۲۔ "انڈا" بیشنگ بازیں کی بھولیز سے متعلق ہے۔ اقبال کو اقتصادیات سے جو گھری دل چھوپی تھی وہ حکماں عمر قائم رائی۔ ان کی "علم الاقتصاد" کا ذکر ان سے ہٹلے آ جکا ہے۔ ان کی ۱۹۰۴ء والی تقریب جس کا اصل انگریزی متن نایید ہے اور جو اس وقت فخر علی خان کے توجیہی کی صورت میں "مستر بیشا بر ایک عربی نظر" کے عنوان سے موجود ہے، مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے افلام کی ایک دل خراش تصویر پیش کرنی ہے۔ جب اقبال کی برج میں تھیں تو انہیں وقتاً فوقتاً یہ احساس ہوتا تھا

کہ فلسفیے میں ان کا اتھاک خرروت سے زیادہ بڑھ گیا ہے، چنانچہ اسی
احساس کے بیشتر نظر وہ کامیاب کامیابیات کے درمیں بھی شریک
ہوا کرنے تھے۔ معاشی مسائل سے اقبال کی دل جسمی ان کے سارے
کلام خصوصاً خضر راء، جاوید نامہ، خرب کلام، ہے ظاہر ہوئے ہے۔
بوجعیم میں ایک آزاد مسلم حملکت کے قیام کے تختیل کی وضاحت
کرتے ہوئے قائد اعلم سے خط و کتابت کے دوران میں الہوں نے مسائلوں
کی اقتصادی حالت بھرنا کے مسئلے کو ایک بہادری اپہیت دی۔
(تفصیلات کے لئے 'علم الاقتصاد'، اقبال اکادمی ۱۹۶۱ع کے ہیش لفظ اور
دیباخ سے وجوع کونا چاہیے) آخر میں وہ دور حاضر کے عالم معاشیات
کی بعض کاؤشوں سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں:

قریٰ کتابوں میں اے حکیمِ معاشی رکھتا ہی کہا ہے آخر
خطوطر خم دار کی نہالشی، سریز و کچ دار کی نہالشی

۔ مسلمان امراء کے مقروض ہونے کی تڑی وجہ ان کی فضول خرچی نہیں
اور ہے۔ رویہ ہائی کی طرح ہمانے کی جو غلط عادت مسائلوں نے اپنے
عہدِ حکومت میں میکھلی تھی، انسوس ہے، اسے اپنی خلاصی کے
دور میں نہیں نہ بھلا سکے۔ پنجاب کے مسلمان زمینداروں میں یہ بات عام
تھیں کہ جتنا زیادہ فرضہ کسی اور ہو وہ اتنا ہی بڑا ادمی مجھا جاتا تھا،
یعنی کہ جووئے آدمی کو فرضہ دیتا ہیں کون ہے؟ نیجہ یہ کہ لوگوں
کاموں میں مدد دہنے کی خواہش اگر بفرمیری محال موجود ہوئی ہو تو وسائل
کی کمی راستے میں حائل ہوئی تھی۔ البته مسلمان تاجر خصوصاً سودگران
۔ چرم قویں فلاخ و بیورد کے کاموں میں بیش بیش تھے۔

۔ پنجاب کے بارے میں اقبال کی یہ بیشین گوفن حرف بصر صبح ثابت
ہوئی۔ ان کی اور بیشین گوئیاں ہیں قابل ذکر ہیں۔ مثال کے طور پر
Desember ۱۹۴۳ع میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اللہ آباد کے اجلاس میں
ان کا خطبہ صدارت پاکستان کے قیام کی بیشین گوفن کی جیشت و کھانا
ہے۔ اسی طرح "بخاری مشرق" کے "ساق نامہ" میں جو لشاط باع
کشمیر میں لکھا گیا، کشمیری مسلمان کے متعلق ایک شعر ہے:

ابرشم ہنا خواجه از محنت او
لصیبہ لشی چاہدہ تار تاری

خدا کی قدرت کہ اس کے دو سال بعد جب کشمیر کی تحریک آزادی وجود میں آئی تو اس کا آغاز سینکڑ کے ریشم کے کارخانے سے ہوا۔ اس پر خود اقبال کو تعجب تھا۔ جس کا اظہار الہوی نے ایک ملاقات میں راتم الحروف سے کیا۔

۹۔ پیشنسک - لاہور میں آردو زبان میں نشر و اشاعت کا کام باقاعدہ طور پر منشی بر سکہ رائے کے اخبار "گوہ نور" سے شروع ہوا جو ۱۸۵۱ع میں جاری کیا گیا۔ اور اس کے بعد کے چند روزنامے اور جرائد ہی بندوقن کے جاری کردہ تھے۔ مگر مسلمان یہی اس میدان میں بندوقن کے دوش بدوش رہے۔

۱۸۵۱ع میں قبر صراج الدین کی مریضی اور قہوار الدین فائز کی ادارت میں "دربانہ نور" نکلا۔ اس زمانے سے لے کر اقبال کے عہد تک مسلمانوں نے متعدد رسائل و جرائد جاری کئے۔ ان کے چھاپے خانے اور اشاعتی ادارے وجود میں آئے۔ ان میں "بیسہ اخبار" اور "وطن" مشہور ہیں۔ ۱۹۳۶ع میں "الخلاف" ، "زمیندار" اور "احسان" اور ایسے ای اور روزنامے اور "بیرون" ، "پیشنسک خیال" ، "ادی دنیا" اور "عالمگیر" جیسے ادبی رسائل جاری تھے۔ اس کے علاوہ ایک تعداد ان روزناموں اور رسائل و جرائد کی ہے جو اس سے پہلے یا اس کے بعد منتظر ملت کے لئے تھیں اور بعد ہو گئے۔ الگریزی صحافت اور طباعت مسلمانوں میں آردو کے بعد شروع ہوئی۔ اس سلسلے میں "آبزرور" اور "سلم آٹھ لکھ" قابل ذکر ہیں۔ فاکٹری ہد بافر نے لاہور کے چھاپے خالوں اور اشاعتی اداروں کی جو فہرست دی ہے اس میں الک مغقول تعداد ایسے چھاپے خالوں اور اداروں کی ہے جو تقسیم سے پہلے سے جملے آئے ہیں۔ لاہور بالتناہ بیسوں صدی میں ابال کے آخری زمانے تک پر عظیم کا ایک بہت بڑا طباعتی مرکز بن چکا تھا۔ اور اقبال اس لحظے سے مولوی صاحب کو یہ مشورہ دیتے ہیں حق بیان تھے۔

"ایک پیشنسک ستر" سے پہلے لفظ "یہ" سہوا رہ گیا ہے۔

۱۰۔ پنجاب کے مسلمانوں کے جذہ "تالروں عمل کی شہادت صرف یوسوین صلی
میں ڈھونٹنے ہو تو کانگریس ، خلافت ، بھارت ، شہید کجھ اور
تحریک پاکستان اس کی شاید ہیں - بزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں
لوگوں کے جمع ہونے کی مثالیں یہ شاہراہیں - سہارانا نصرالله خان ملکانہ
راجبوٹ کا چنوں اپنی تک لوگوں کو نہیں بھولا - اور قائد اعظم کے
جلسوں اور جنوں کی لفیر تو ڈھونٹنے سے نہیں ملے گی - سادہ لوحی
اور ذہنی سہل انگریز کے سعاق البال کی افلام "پنجابی مسلمان" ہی
قابل سلاسلہ ہے ۔ ۱

۱۱۔ اسی فترے کی وضاحت اقبال یئے مکتوب مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ع سے
ہوئی ہے جس کا دوسرا بیراگراف حسرہ ذیل ہے :

"اب کو یاد ہوگا کہ کسی گفتہ خط میں آپ نے محیر لکھا تھا
کہ مجھے اپنے دنیادی انکار سے مضطرب نہ ہوتا چاہیے ، بلکہ اس
اخذراپ کو اپنے احباب کے لیے جوڑ دینا چاہیے - کیا اس معاملے
میں آپ نے کوف عدلی اقدام کیا ؟ اگر اب تک نہیں کیا تو میں
سمجھتا ہوں کہ اس وقت موقع ہے کہوں کہ سر اکبر حیدری نے
اللہ گفتہ خطوط میں اپنے دلائی ہے یا ایسے اشارات کیے ہیں جن
سے امید پنداشتی ہے ۔"

یہ صارا بیراگراف "ابوال لامر" میں مذوف ہے۔ یعنی ہے کہ
"ابوال لامر" کے صریح شیخ عطاء اللہ مرحوم نے خود مولوی صاحب
کے ایسا ہر ایسا کیا ہو ۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کو حیدر آباد دکن سے
بھوپال تک طرح پنشن کی نوع تھی اور مولوی صاحب نے اس مسئلے میں
کوشش کرنے کا وعدہ فرمایا تھا - مولوی صاحب کے تعقیبات سر اکبر
حیدری سے بہت اچھی تھیں اس لیے اقبال کو امید تھیں - مگر اس
معاملے کا انجام افسوس ناک ہوا - سر اکبر حیدری نے بالآخر اقبال کو
جس صورت اور انداز میں امداد پیش کی (یعنی "ایوم اقبال" براہمک بزار

روپے کا چیک) وہ ان کے لئے ناقابل قبول تھوں :
 غیرتی فتوں مگر کر لے سکی اس کو قبول
 جب کہا ان نے کہ لئے بھری خدائی کی رکنوا

(ارمنان حجاز)

۱۲۔ یہ مولوی صاحب کا عزم و عمل تھا جس نے سب سے زیادہ اقبال
 کے دل میں ان کے لئے احترام پیدا کیا - مولوی صاحب کی زندگی میں
 ایک ایسی بڑا جذبہ کا فرما لنظر آتا ہے - اور ایک بڑا جذبہ — بقول
 اطشی — سارے چھوٹے چھوٹے جذبوں کو ختم کر دیتا ہے - اقبال

نے شاید یہ شعر مولوی صاحب ایس کے لئے کہا تھا :

عمل خوابی؟ ہمیں رائجہ ترکن

اکی بین و ایک جوی و ایک باش

(بیان، مشرق)

مکتوبِ دوم :

۱۔ علی گڑھ سے اقبال کو اردو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی -
 اس کانفرنس کے کوائف اور روپنڈاد شہیں کے طور پر اس کتاب میں
 شامل ہیں -
 ۲۔ یہ سفر کا درد اصل عللات کی علاوہ تھا - اقبال علاج کے لئے تین دفعہ
 بھوپال تشریف لے گئے - اس خط کے چار مہینے بعد (۲ مارچ تا ۸ اپریل
 ۱۹۳۶ع) وہ تسویٰ اور آخری بار بھوپال گئے ۔

۳۔ یہ آل انبیاء للملطین کانفرنس، دہلی میں ۶ نومبر ۱۹۳۶ع سے ۸ نومبر
 ۱۹۳۶ع تک منعقد ہوئی - اس میں عربوں پر جبر و استبداد کی
 مذمت کی گئی اور فلسطین پر الکبریٰ التدب ختم کرنے کے لئے
 بھلپور، الوام سے، جو اُس وقت یہ مردہ حالت میں زندگی کے آخری سانس
 لے رہی تھی، اپبل کی گئی - کانفرنس میں "اعلان بالفور" کو ناکام
 بنانے کا تہذیب کیا گیا تاکہ یہودی فلسطین میں آباد ہو سکیں ۔

۱۔ صہیبا لکھنؤی : "اقبال اور بھوپال" ، کراچی ، ۱۹۴۳ع ، ص ۱۵۹ ۔

ایک "کولسل آف الکشن" بھی قائم کی گئی^۱۔ اس کالفرنس کے سلسلے میں "القلاب" یا بت ۲ اکتوبر ۱۹۳۶ع کی رہروٹ بھی دلچسپی سے خالی تھیں:

"دہل ۳ ستمبر۔ کل باخچ بھی شام جمعیۃ العطاء پند کے دفتر میں آل اللہیا فلسطین کالفرنس کے سلسلے میں مقامی مسلمانوں اور ہارے کے ہموروں کی ایک بے خابطہ میٹنگ ہوتی جسیں اتفاق رائے ہے یہ فیصلہ کیا گیا کہ مولاانا ابوالکلام آزاد کو آل اللہیا فلسطین کالفرنس کی حدارت کے لئے دعوت دی جائے۔ مولاانا شوکت علی صاحب بھر اسپل نے، جو اس میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے خاص طور پر شعلہ ہے آئنے لیئے، فرمایا کہ چونکہ سر پید اقبال نے خراں^۲ صحت کی بنا پر کالفرنس کی حدارت ہے معنواری ظاہری ہے اس لئے مولاانا آزاد کو دعوت دی جائے۔ حاضرین نے اتفاق رائے ہے یہ خوبیز منظور کر لی۔"

ملوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے مولاانا ابوالکلام آزاد بھی حدارت نہ فرما سکے اور ان کی بجائے مید سلیمان ندوی نے یہ فریضہ الجماد دیا۔ کیونکہ کالفرنس کے بعد مغلی اتفاق فلسطین نے مید صاحب کو ایک تاریخیجا جس کا مت حسب ذیل ہے:

"اب کے کالفرنس (موسومہ فلسطین کالفرنس) نے جن شراف جذبات کا اظہار کیا ہے، اس نے مسلمان فلسطین کے دلوں میں سرت و انبساط کی لہر پیدا کر دی ہے اور ہماری امیدوں کو تازہ کر دیا ہے۔ ہم اب لوگوں کی بحدودی کے نے حد تکر گزاریں۔ اگر اب نے انہی کوششوں کو مسلسل جازی رکھا تو یہ اس ہماری تقویت کا باعث ہوگا۔"

۲۔ مستہل فلسطین سے اقبال کو ایک مستقل اور جذبات وابستگی نہیں۔ گول میز کالفرنس سے والیس ہر الہوں نے فلسطین میں مذکور عالم اسلامی

۱۔ "القلاب" لاہور، ۹ نومبر اور ۱۱ نومبر ۱۹۳۶ع (مکمل فائل لاہوری نیشنل بینک پاکستان میں حفظ ہے)۔

۲۔ تدبیر نوان، لاہور، یا بت ۵ دسمبر، ۱۹۳۶ع۔

کے اجلاس میں شرکت کی اور وطن واپس پر یکم جنوری ۱۹۳۲ع کو اخبارات میں ایک بیان دیا جس میں منجمدہ اور امور کے بہت القدس میں موجودہ طرز کی ایک قبیلی و قومی کے قوام کی حیات کی تھیں جس کا فریضہ "تعلیم عربی" ہو۔ کیونکہ اقبال کی نگاه میں "صرف عربی" ہی وہ غیر بوری زبان ہے جو موجودہ زبانے میں خیالات کی ترقی کے ساتھ بڑھتی رہی ہے۔^۱ تائیم فلسطین کی حیات میں جو زیورٹ برطانیہ کے شائع ووف تھا اس پر اقبال نے ۲۴ جولائی ۱۹۳۲ع کو بحث پرواقن مسلم لیک کے زیر ایعام ایک عام اجلاس کے لئے ایک بیان لکھا تھا جو ان کی عدم موجودگی میں ان کی طرف سے بڑھا گیا۔ یہ بیان سارے مسئلہ فلسطین پر ایک نہایت اہم تبصرہ ہے۔^۲ ان بیانات کے علاوہ اقبال کی شاعری میں فلسطین سے متعلق متعدد افکار اور اشارے موجود ہیں۔ "ذوق و شوق" جو ان کی بہترین شاعری کا ایک کوئی ہے (بال جبریل) فلسطین میں لکھی گئی۔ "ضرب کلیم" میں شام و فلسطین کے موضوع پر اقبال نے براو راست اپنی خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔ "قام تہذیب" کے آخری دو شعر یہ ہیں:

جلتا ہے مگر شام و فلسطین پہ سرا دل
تدمیر سے کھلتا نہیں پہ خدا دشوار

ترکانِ جفا پیشہ کے پھر سے نکل کر
بیجارے ہیں تہذیب کے پہنچے میں گرفتار

"شام و فلسطین" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا ایک شعر ہے:
ہے خاکِ فلسطین یہ یہودی کا اگر حق
بسمالیہ پر کیوں نہیں حق اہل عرب کا

۱۔ ضرب اقبال، لاہور، المدار اکادمی، ۱۹۳۵ع، ص ۱۸۷-۱۸۹ -

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۹-۲۴۰ -

۳۔ ایضاً، ص ۱۳۱ -

۴۔ ایضاً، ص ۱۳۵ -

"فلسطينی عرب سے" کی نظم کا ایک شعر یہی قابل ذکر ہے :

تری دوا نہ جنوا میں ہے نہ لندن میں^۱
فرنگ کی رگِ جان پتھر جو د میں ہے

اسی طرح "اوروبا اور سوریا" میں شام اور فلسطین کا تاریخی العہ بیان کرو دیا ہے :

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا
انی عفت و غم خواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آتا ہے سوریا کے لئے
سے دلار و ہجوم زنانی بازاری^۲

۵۔ اقبال سمجھنے تھے کہ اردو کی تحریک سے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے ۔ وحدتِ لسانی اور احیائی ملت کا فایسی تعلق محتاج بیان ہیں ۔ یہ ہندی اردو کا جھیکڑا تھا جس نے مسید احمد خان کے دل و دماغ کو متاثر کیا اور اسی تنازع میں مسلمانوں کی فیاضی علیحدگی کا اخراج ہوا ۔ اردو پاکستان کی اوسی زبان کی حیثیت سے اورا ہورا استحکام حاصل کر لی تو اس سے فومنی وحدت کی بیاد استحکام ہو سکتی ہے ۔
اقبال کا یہ کہنا صحیح ہے کہ مواوی عبدالحق کی اردو کی تحریک ہتھ سے افتاب سے مسید احمد خان کی تعلیمی اور ملتی تحریک سے کم نہیں ۔
واسرے اپنی ، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ، ابھیں ترق اردو ال انڈیا مسلم انجو کبشنل کالفنرنس ہی کے ایک شعیرے کی حیثیت سے شروع ہوئی ۔
۶۔ "والسلام" ۔ ملاحتہ ہو خط بھیر ، کا نوٹ بھیر ہے ۔

مکتوب سوم :

۷۔ اس خط کے سر نامے پر "اقبال نامہ" میں لارج "۸" ابریل ۱۹۳۴ء" لکھا ہے ۔ اصل خط میں "۸ ابریل ۱۹۳۴ء" ہے ، یعنی سال ہورا لکھا گیا ہے ۔

۱۔ خوب کلام ، محوالہ بالا ، ص ۱۳۸

۲۔ ایضاً ، ص ۱۲۶

۴۔ "وَاللَّهُمَّ يَعْلَمُ رَوْلَدَاد" میں "یع" محلِ نظر ہے، مگر یہ خط اقبال کے لیے پانی کا لکھا ہوا نہیں ہے اس لیے اس غلطی کو اقبال کے سر نہیں تھوڑا جا سکتا۔ انہوں نے مکتوب اول میں جو خود ان کے پانی کا لکھا ہوا ہے، "یع" لکھا ہے۔ کافلفرنس کی روئیاد فسیح کے طور پر اس کتاب میں شامل کی گئی ہے۔

۵۔ الجمن کی وجہتی ہندوستان میں کرانی کی نہیں۔ السوس ہے اس دستاویز کی قتل پاکستان میں نہیں مل سک۔

۶۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الجمن کے دفتر کی دہل میں مستقل اقبال کے مشورے سے ہوئی۔

۷۔ "اقبال نامہ" میں "آپ" کے حالات اجازت دینے ہی یا نہیں۔ اصل متن میں "آپ" کے حالات ایسا کرنے کی اجازت دینے یہی یا نہیں" ہے۔ نقل کرنے وقت "ایسا کرنے کی" محفوظ ہو گیا۔ اسی طرح اگرے الیک نظرے میں "اقبال نامہ" کے مطابق "السوس" کہ الیک تو علات یوچہا نہیں چھوڑی" ہے مگر اصل متن میں "کہ" کی بجائے صرف الیک استعجایہ لشان دیا گیا ہے۔

۸۔ مولوی صاحب کے ساتھ مل کر اردو کی خدمت کے لیے بال مالک زندگی وقف کرنے کی خواہش اقبال کے اس جذبہ "محبت" کا اظہار ہے جو اردو زبان کے لیے ان کے دل میں تھا۔

مکتوب چہارم :

۹۔ اقبال اور سر راس مسعود کے یادیں تعلقات ہو ان خطوط سے روشنی پڑتی ہے جو شیخ عطاء اللہ کے مرتب کردہ "اقبال نامہ" حصہ اول ص ۳۵۱ سے ص ۳۹۵ تک چھپے ہوئے ہیں۔ یہ خط سر راس مسعود اور لیلی مسعود کے نام ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے صہبا لکھنوری کی محققانہ تصنیف "اقبال اور بھوپال" ملاحظہ ہو۔ ص ۲۰۶ "ارمنان حجاز" میں شامل ہے ।

۲۔ اقبال کا بہ احساس ان کی بہت میں لطمتوں میں جھلکتا ہے۔ ان کی ابتداء شاعری کے چند نمونے قابل ذکر ہیں :

مرنے والی سوتے ہیں لیکن نما ہوتے نہیں
بہ حقیقت میں کبھی ۳۹ سے جدا ہوتے نہیں^۱

جهازِ زندگی آدمی دوان ہے ہوں ہیں
ابہ کے بھر میں بیدا ہوں میں نہان ہے ہوں ہیں
شکست ہے بہ کبھیں اکتنا نہیں ہوتا
نظر ہے جھپٹتا ہے، لیکن نما نہیں ہوتا^۲

موت فجیدیں مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے بودھے میں بیداری کا اک پیغام ہے^۳

موت کو سمجھیں غائل اختصارِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صحیحِ دوامِ زندگی^۴
البال نے راتمِ الحروف ہے بھی ایک دفعہ گفتگو کے دوران میں فرمایا
تھا کہ موت کا کوئی وجود نہیں ہے۔
انی شاعری کے متعلق "اردو زبان پنجاب میں" میں اقبال نے
فرمایا ہے کہ "میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ بسا اوقات میرے قلب کی
کیفیت اس قسم کی ہوئی ہے کہ میں باوجود اپنی بے علمی اور کم مالکی
کے شعر کھینچنے ہو مجبور ہو چاتا ہوں"^۵ یہاں اس دلی کیفیت کی طرف
بھی اشارہ ہے۔

۱۔ بالکل درا، "فلسفہ غم"۔

۲۔ بالکل درا، "کنارِ راوی"۔

۳۔ بالکل درا، "والدہِ مرحومہ کی باد میں"۔

۴۔ بالکل درا، "بیابون"۔

۵۔ لاج، تصدق حسین؛ "مخامین اقبال"، حیدر آباد دکن، ۱۹۶۶ء۔

۳۔ اسی طرح دوسرے پیراگراف میں "ابیال نامہ" میں "کچھ دلوں بعد ایک اور خط لکھوں کا" ہے مگر اصل متن میں "کچھ دنوں کے بعد ... " ہے۔ آخری پیراگراف میں جو "مکرر آن کہ" کی بیان سے ہے "ابیال نامہ" کی عبارت ہے : "الاکثر وہ نکھنے بلاہنے سے منع کرو دیا ہے۔" اصل متن میں آخر کا "ہے" غائب ہے۔ وہ کون بزرگ تھے جنہوں نے للہ کا بند الٹا لکھ دیا، یہ معلوم نہیں ہوا سکا۔ لہ ہیں للہ کا اصل مسودہ مل سکا ہے۔

۴۔ سر اکبر حیدری کے متعلق ملاحظہ ہو مکتبہ اول، لوٹ ۱۱۔
۵۔ خوف بھارت۔ ابیال کی ایک آنکھ تو شروع ہی سے کمزور ہی۔ دوسری آنکھ ان کے سرض الموت میں خراب ہوئی شروع ہوئی مگر اس حالت میں ہیں کسی نے انہیں اسی وجہ سے دل شکست نہیں بایا۔ بلکہ ایک دفعہ جب ان کے ایک ملافقانے نے اس خوف بھارت ہو ان سے بسدردی، کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھئے عجیب بات ہے جب ہے میری لفڑ کمزور ہوئی شروع ہوئی ہے، میرا حافظہ چوتھے ہو گیا ہے۔

مکتبہ پنجم :

۶۔ اس خط کے اصل متن اور "ابیال نامہ" کے مطبوعہ متن میں چند اختلافات ہیں :

"ابیال نامہ" میں "مگر آپ سے زیادہ اسی بات کو کون سمجھ سکتا ہے۔" صحیح چھپا ہے۔ مگر اصل میں "آپ سے زیادہ" دو دفعہ لکھا گیا ہے، یہ سہر کاتب ہے۔

"زیادی اپنی المروی نوتوں سے نشو و نما ہائی ہیں"۔ یہ فقرہ "ابیال نامہ" میں صحیح چھپا ہے مگر اصل متن میں "نشو و نما" کی "و" سہر کاتب کی وجہ سے حذف ہے۔

اس خط کا دوسرا پیراگراف "ابیال نامہ" میں سوالہ حذف ہے۔ یہ حذف شدہ پیراگراف مکتبہ اول کے لوٹ نمبر ۱۱ میں نقل کیا جا چکا ہے۔

"والسلام" اصل متن میں "السلام" لکھا گیا ہے۔

"انے نئے خیالات و جذبات ادا کر سکتے ہو ان کے بنا کا حصہ
ہے"۔ یہ فقرہ "اقبال قائد" اور اصل متن میں اسی طرح ہے۔ مگر اس میں
"بنا" سے چلے "کے" کا استعمال سروکاپ کا تب ہے۔ "بنا" مونٹ ہے، اس
کے لئے "کی" آنا چاہیے تھا۔

۴۔ زبانوں کے فروع اور ارتقا کے متعلق اقبال کا یہ فقرہ ایک کلامی
جیتیں رکھتا ہے۔ اردو کی تاریخ میں ایک بورا دور ایسا گزرا ہے جب
مخاورے اور روزمرے نے صحت زبان کی جگہ لے لی اور اردو کی لطم و
نثر لفاظوں کے گور کی دھندرے میں یہیں کرو رہ گئی۔ مید احمد خان
کی خربک نے جہاں مسلمانوں کو ایک توی جیاتی ملتی کا راستہ دکھایا،
وہاں اردو کو ہمیں اس شخصی سے بھات دی۔ اگرچہ ان سے چلے
شمع الامرا، شاہانِ اودہ اور دبیل کالج نے اس سلسلے میں تابلر ندر
خدمات انجام دی ہیں۔ مگر اردو کو الہاڑھوں صدی سے لکال کر
یہیں صدی میں لے آئے کا سہرا مید احمد خان ہی کے سر ہے۔ یہ
مید ہیں کی خربک ہیں جس نے "غزن" سا عہد ساز رسمہ پیدا کیا۔

۵۔ بیان علی گڑھ کافرنس اور اس کی فرازدادوں کی طرف اشارہ ہے۔
۶۔ پنجاب کا سب سے بڑا ثقافتی انتخارات خالیہ ہیں ہے کہ ایک تو مید
احمد خان نے پنجاب کے لوگوں کو "زندہ دلان پنجاب" کہا اور
دوسرے یہ کہ پنجاب نے اردو کی خدمت دوسروں سے زیادہ کی۔

مکتوب ششم :

۱۔ دعوت کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کے نام اللہ اعظم کے خط کا ذکر
پہلے آ چکا ہے۔ اقبال کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب
کے لکھنؤ جانے اور کافرنس میں شریک ہونے کے سلسلے میں اقبال کا
مشیرہ بالکم احرار ("اس سفر کی ذمت خرور گوارا فرمائی") ابتدی
رکھتا تھا۔

۲۔ یہ وجہ فرق خط و ستمبر، ۱۹۳۴ء و الائچی خط ہے، یعنی مکتوب پنجم۔
اس سارے سلسلے کا ذکر مکتوب اول کے نوٹ کیجڑ ۱۱ میں آ چکا ہے۔

- ۳۔ "اقبال نامہ" میں آخری فقرہ یوں ہے : "اپنے کہ اپ کا مراجع بخیر ہوگا۔" اصل متن میں "اپنے ہے" کے الفاظ ہیں ۔
- ۴۔ "والسلام" - ملاحظہ ہو مکتوب اول ، نوٹ تیسرا ہے ۔

مکتوبِ هفتم :

- ۱۔ اصل متن میں خط کا دوسرا فقرہ یوں ہے : "اللہ آباد یونیورسٹی نے آپ کی قدر شناسی کر کے اہل بحر کی تکاہوں میں مستحق مبارک باد کر لیا ہے۔" "اقبال نامہ" کے مرتضیٰ نے "مستحق" سے چلنے "خود کو" کے الفاظ کا اختال کیا ہے جو درست ہے۔ اصل متن میں سہر کا کتب ہے ۔ اصل متن میں خط کا آخری سے پہلا فقرہ یوں ہے : "میں اللہ آباد یونیورسٹی کو بھی ان کی نکتہ شناسی بر مبارک باد دیتا ہوں" ۔ "اقبال نامہ" میں لفظ "بھی" عندهفون ہے ۔ "والسلام" کے لئے ملاحظہ ہو مکتوب اول ، نوٹ تیسرا ہے ۔
- ۲۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ آباد یونیورسٹی نے مولوی صاحب کو ڈائی لٹ اور علی گڑھ نے پی ایج - ڈی - کی اعزازی ذکریاب دے کر خود انہی میں عزت کی۔ مگر اس خط سے اقبال اور عبدالحق کے تعلقات ہر روشی بڑق ہے۔ خصوصاً اس عقیدت ہر جو اقبال کو مولوی صاحب کی ذات سے تھی۔ اس سلسلے میں مکتوب اول کا نوٹ ۱۲ نہیں ملاحظہ ہو۔

مکتوبِ هشتم :

- ۱۔ مولوی صاحب کے نام ہے اقبال کا آخری خط ہے جو ۱۹۴۳ تک ہے ۔ اس کا اس منظر خود نیازی صاحب نے "اقبال کے حضور" میں ۱۵ مارچ ۱۹۲۸ع کی لشست کے سلسلے میں واضح کیا ہے :
- "آخری میں اخبار آگیا۔ حضور علامہ کے ارشاد ہر موئی مولی سرخیاب بڑھ کر متالیں۔ علی یعنی نے دوا اور ناشیع کا اہتمام کیا۔ حضرت علامہ ناشیع کر رہے تھے کہ معلوم نہیں کیا خیال آیا، فرمایا : "ساریں کا ترجیح کہاں تک ہے؟"
- میں نے عرض کیا : "ہند ایواب باق رہ گئے ہیں۔"
- ارشاد ہوا "کیوں؟"

میں نے عرض کیا "بھولے چند سالوں سے جو حالات ہیں آپ کو معلوم ہیں - جب سے دہل سے آیا ہوں ، موقع اسی خوب سلا کہ ترجمے کی تکمیل کرتا - کچھ مشکلات بھی ہیں ۔" فرمایا "حالات کا عنز تو خیر نہیں ہے ، مشکلات کیا ہیں؟"

عرض کیا : "بعض اسماں کی تحقیق ، عربی اور لاطینی عنوانات میں تطبیق کا مسئلہ ، چند ایک بوناق اور لاطینی عبارتوں کا ترجمہ اور سب سے بڑھ کر اردو کے حسب مزاج مناسب مصطلحات کی تلاش ، عینی هذا کئی ایک انگریزی الفاظ کی باعثیار لفت اردو متادفات - اس کے علاوہ یہی کئی دشواریاں ہیں - مثلاً ریاضی بالخصوص جبر و مقابله کی رسم کہ ان کی تحریر کے لیے کیا اصول اختیار کیا جائے ۔"

فرمایا : "یہ کام تو خاصاً محنت طلب ہے اور یہاں وہ سہولتیں یہی میسر نہیں جو مغربی ممالک میں اس نام کے کلموں کے لئے پاسانی مل جاتی ہیں - مگر اب جو اس کام میں ہاتھ ڈال چکے ہو تو اس کی تکمیل کر دو ۔"

میں نے عرض کیا : "مولوی صاحب اکثر مالی دشواریوں کا ذکر کرتے ہیں - کتاب بڑی خیم ہے اور اس کی طباعت یہی بڑی دشوار اور محنت طلب - خرچ یہی کافی ہوگا - اگر ان کا ارادہ اس کی فوری اشاعت کا نہ ہو تو چندے اور سہل دیں - ان شاء اللہ چار چھ سو ہیئتیں میں تکمیل ہو جائے گی ۔"

ارشاد ہوا : "بہتر ہے ، میری طرف سے مولوی صاحب کو خط لکھو دو ۔" میں نے خط لکھا - حضرت علامہ نے خط سننا اور دستخط فرمائے - میں کاملاً ، قلم دان ایک طرف رکھ کر بھر انہیں جنکہ ہو آئیں ہا۔"

جارج سارلن کی کتاب "الٹروڈاکشن آف دی پشی آف سالنس" جو کارلیک اسٹٹی لبرٹ آف اینٹکن کے سلسلہ مطبوعات کا شمارہ ۲۴۲ ہے ، سب سے پہلے ۱۹۲۴ع میں چھپی - تذیرہ نیازی کا ترجمہ ۱۹۵۴ع میں مجلس ترق ادب لاہور کی طرف سے چھپا - تذیرہ نیازی کامنکسہ اور حواسی عالیانہ اور بصیرت افروز ہیں - مگر انہوں نے ملکیتے میں اس ترجمے سے

اقبال کی دل چسی کا ذکر نہیں کیا ۔

سارٹن کی کتاب اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں مائنس کے
نهایج اور مائنس علوم کی تاریخی ترقی پر ایک نظر ڈالنے کے علاوہ
مسلمانوں کے علمی کارناموں کا بھی ایک حد تک اعتراف کیا گیا ہے ۔
محض کا نقطہ نگہ یورپ کی تکمیل نظری اور تعصّب یہ پاک نہیں ہے ۔
اس کی نظر پاریاں بوقت ان و روما کی مفروضہ علمی برتری اور اولیت میں
الجهنم ہے ۔ جہاں مسلمانوں کے کام کی داد دیتا ہے ، وہاں ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ مجبور سا ہو گیا ہے ۔ نذیر نیازی نے سارٹن کے الدائر نکر
کا گہرا تجزیہ کیا ہے ۔ کیا اچھا ہوتا کہ ان کا مقدمہ انگریزی اور
دوسری مغربی زبانوں میں ترجمہ ہو کر یورپ میں بھی چھپتا ۔

اقبال کو اردو ترجموں میں جو انجام تھا ، وہ نذیر نیازی کے
کمی ہونے اقبال کے چہ لیکھروں کے ترجیح سے بھی ظاہر ہوتا ہے
جو "تشکیل جدید الثیاتِ اسلامیہ" کے نام سے بزم اقبال ، لاہور کی
طرف سے ۱۹۵۸ع میں چھپا ۔ جیسا کہ نذیر نیازی نے اپنے مقدمے میں
لکھا ہے ، اس ترجیح پر اقبال نے ، جب تک ان کی صحت نے اجازت
دی ، خود نظر ثانی فرمائی اور یعنی قیمت مشورے دیے ۔

۲۔ اصل خط اور "انوار اقبال" (اقبال اکادمی ، ۱۹۶۴ع ، ص ۲۲۲) کے
مطلوبہ متن میں تین جگہ اختلاف ہے ۔

مطلوبہ متن میں "گفتہ چار ہائی برس" چھپا ہے ۔ اصل میں
"گفتہ ہائی چار برس" ہے ۔

مطلوبہ متن میں "ہونہنا" کا اصل "و" کے ساتھ یعنی "ہوئہنا"
ہے ۔ اصل خط میں یہ لفظ بغیر "و" کے لکھا گیا ہے ۔

"والسلام" مطلوبہ متن میں خط کا آخری لفظ ہے ۔ اصل میں
صرف ایک لکھر ہے ۔ ملاحظہ ہو مکتب اول کا نوٹ نہیں ہے ۔

ضمیمه

- ۱۔ علامہ اقبال سے متعلق مندرجہ ذیل کتب ہر مولوی عبدالحق کے تصریحے :
 - پانگ درا۔
 - اقبال (از مولوی احمد دین وکیل)۔
 - کلیات اقبال۔
- ۲۔ اپریل ۱۹۵۰ کے یوم اقبال پر کراچی میں مولوی عبدالحق کی تقریر۔
- ۳۔ اپریل ۱۹۵۳ کو یوم اقبال کے موقع پر مولوی عبدالحق کی نشری تقریر۔
- ۴۔ تصنیف مولوی عبدالحق (فہرست)۔
- ۵۔ سہ ماہی آردو میں اقبال کے بارے میں شائع شدہ مضمونی کی فہرست۔
- ۶۔ سہ ماہی آردو میں اقبال کی اور اقبال سے متعلق کتب ہر تصریحے (فہرست)۔
- ۷۔ روڈاد آردو کالفرنس (علی گڑھ)۔
- ۸۔ نامہ سرتیج بہادر سپرو۔
- ۹۔ کتابیات۔

۱۔ تبصرے

علامہ اقبال کی اپنی اور علامہ پر لکھی جانے والی کتب پر
بابا سے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے تبصرے

۱۔ بالکل درا:

ابوال اس وقت آردو کے سب سے مقبول اور اعلیٰ شاعر ہیں۔
ان کا کلام اب تک متفرق تھا اور ایک جامع ہو کر شائع
نہیں ہوا تھا۔ ان کے کلام کے دلداد، اس سے مطمئن نہ تھے اور
ایک مدت سے منتظر اور مشتاق تھے کہ سارا مجموعہ کتاب کی صورت
میں شائع ہو جائے۔ کس قدر مسترت کی بات ہے کہ وہ آپ دارِ موقع
جو اب تک لکھرے ہوئے تھے، ایک لڑی میں ہروئے ہونے ہارے
سامنے موجود ہیں، جن کی جوت سے آلکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔

کتاب کھولنے اسی چلی نظم جس پر نظر ہڑق ہے، "یاہ اللہ"
ہے۔ کوہِ یاہ اللہ بندوستان کی شوکت و شان کا لشان اور اس کے
حفظ و امن کا ہاسبان ہے۔ بندوستان کا بھی بھی اسے جانتا ہے، اور
اس پر لغز کرتا ہے۔ جس شاعری کی ابتدا "کوہِ یاہ اللہ" ہو اس کی
الٹھا کھا ہوگی۔ میں اقبال کے لمحے اس میں نیک شگون پاتا ہوں۔
وہ محسن جو بعد میں ہم نے ذہولہ ذہولہ کر اقبال کے کلام میں
نکالے، ان سب کے لمحے اس نظم میں نظر آتے ہیں۔ تخيیل، تشبیہات،

بندش اور خیالات، سب آئندہ کی خیازی کو رہے ہیں۔ لیکن سب سے بڑی بات جو ہم اس میں دیکھتے ہیں اور جو اتنا پیغام دلوں تک پہنچاگی ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں حبِ وطن کی بوآئی ہے، اور جوں جوں ہم اگے بڑھنے ہیں اس کی سہک بھی بڑھتی جاتی ہے۔ چند ہی صفحوں کے بعد، "صدائے دل" کے عنوان سے ایک چھوٹی سی نظم ہے۔ شاعر دردِ دل سے جیغ الہتا ہے اور اپنے ملک کی بدنصیبی پر آنسو چاتا ہے :

جل رہا ہوں، کل خوب اٹھ کسی چلو ہے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا کو مجھے
سر زیبی اپنی قیامت کی ناقِ الکبیر ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قربِ فراقِ آئیز ہے
بدلے یکرنگ کے بہ ناشناق ہے غصب
ایک ہی خرمن کے دالوں میں جدائی ہے غصب
جس کے بھولوں میں اختوت کی ہوا آئی نہیں
اس چعن میں کوئی لطفِ نعمہ پھرائی نہیں

اس کے نیچے ہی بنتلوں کے مقدس مندرِ گاہنری کا ترجمہ ہے
جو اس قدر ہاکِ خیال کیا جاتا ہے کہ غیرِ بربمن کے کان میں اس
کی آواز تک پہنچنا لا جائز سمجھا جاتا ہے۔ کویا جس اختوت کی الہیں
تلash تھیں اس کے لئے بھولوں کا ایک ہارِ گولندها ہے۔ چند نظموں
کے بعد سید کی لوحِ تربت ہے جس پر یہ پدایت درج ہے :

وا نہ کرتا فرقہ بندی کے لئے اپنی زبان
چھپ کے ہے ایٹھا ہوا پنکامہِ محشرِ جہاں

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری قمری سے
دیکھو! اکتوپی دل نہ دکھے جانے تری تقریبو سے
اس سے ذرا آگے ایک اور نظم "قصویر درد" اُقی ہے ، جو
درحقیقت بے مثل اور سراپا درد ہے ، اور شاعر نے دل کھول کے
انہے وطن کا مرثیہ ہڑھا ہے :

'رلاتا ہے ترا نظارہ اے بندوستان مجھے کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فساد سب فسالوں میں
دیا روتا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلک ازل نے مجھے کو تیرے نوحہ خوازوں میں
نشان برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باع میں کچھی ا
تری قست سے رزم آرائیاں میں باخ بانوں میں
چھیا کر آئیں میں بیبلان رکھی یعنی گردوں نے
عنادل باع کے خاکل انہیں آشیالوں میں

وطن کی فکر کر نادان ا مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے شودے میں آہانوں میں
ذرا دیکھو اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں؟
یہ خاموشی کہاں تک ؟ لئن فریاد پیدا کر !
زین ہر تو ہو ، اور تیری صدا ہو آہانوں میں
نہ سمجھو گئے تو مٹ جاؤ گئے اے بندوستان والو !
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بھی آئینِ ندرت ہے ، بھی اسلوبِ فطرت ہے
 جو ہے راوِ عمل میں گامزنا ، محبوبِ فطرت ہے
 اسی نظم کے ایک بند میں کس حسرت سے یہ شعر کہا ہے :
 بتالیں کیا سمجھے کر شاخِر کل بر آشیان اپنا
 چن میں آء اکیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا
 اور کیا خوب کہا ہے :

جو گو سمجھے تو آزادی ہے ہوشیدہ محبت میں
 خلاصی ہے اسیعِ امتیاز ما و تو رہنا !
 نہ رہ اپنوں سے بے برووا ، اسی میں خیر ہے تیری
 اگر منظور ہے دلما میں ، او یہ گانہ خو ! رہنا
 اسی لفظ میں ایک شعر ہے جو ملک کی اس وقت کی حالت کا صحیح
 نقشہ ہے :

تعصیت چھوڑ لاداں । دبر کے الینہ خانے میں
 یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا کونے
 چند ہی ورق آٹھنے کے بعد "ترانہ" ہندی " آتا ہے جسے وہ
 مقبولیت حاصل ہونے جو شاید ہیں کسی دوسری نظم کو ہونے ہو - اور
 تو سی کیت کی جیست سے چھوٹے ٹڑے ، عام و خاص ، عالم و جاہل
 سب کی زبان پر جاری ہے - اس کا ایک ایک لفظ حسبِ وطن میں ڈوبا
 ہوا ہے -

اس کے بعد ہیں "ہندوستانی بھیوں کا قومی کیت" ہے جو وطن کی
 محبت کا راک ہے اور جس کا ہمیوں صرمع یہ ہے :
 "بیرا وطن ویسی ہے ، بیرا وطن ویسی ہے"
 یہ کیت ختم ہوتے ہیں ایک اور نظم آتی ہے جس کا نام "لیا شوالہ"

ہے - یہ شاعر کے إنتہائے کمال کا نمونہ ہے - اس کے ہر شعر میں خوب وطن کی آگ بھری ہونی ہے - یہ وہ نظم ہے جو او الجم اور ہر کانگریس کے ہال میں سونے کے حروف سے لکھئے جانے کے قابل ہے - اور ان کے اشیجوں ہر بیانی بدکما کریمیوں اور میزوں اور سہعل اور بے معنی آرالش کے "لیا شوالہ" کی تعبیر ہوئی چاہیے، جہاں ہر لہستار وطن کا سرجھک جانے، اور ہر یہی سے عالمگیر محبت اور اخداد کی بہاد قائم ہو - اس نور کی جھلک ہر مذہب میں ہائی جانی ہے لیکن اس کی تکمیل کسی نے نہیں کی - ہر زمانے میں ایسے باک لنفس اور حق ہرست لوگ پیدا ہونے جنہوں نے اخداد و محبت کا لیج بولا جاہا لیکن ان کی کوششیں نہیں کر لیک فرقے میں محدود رہ گئیں - شاعر ان تمام فرقہ سازیوں اور فرقہ بازیوں کو مٹانا چاہتا ہے - اور انسان جو تعصبات اور روایات کے گرد و شمار سے الک ہو کر انصاف کے ساتھ خور کرے گا تو اسے وہ حقیقت نظر آنے کی جہاں شاعر کی نظر پہنچی ہے - لیکن تعصبات ہر طالب آجائے ہیں اور آئندہ دل کو مکندر کر دیتے ہیں - میں یہ نہیں کہتا کہ جہاں شاعر پہنچا ہے وہاں تک کوئی اور نہیں پہنچا - بے شک بعض لوگ وہاں لکھ چکے ہوں گے لیکن انہیں اظہارِ حق کی توثیق نہیں ہوئی - اقبال نے اس حقیقت کو بلا خوف ملاحت ظاہر کر دیا - لیکن اس ہر قائم رہنا اس سے اپنی زیادہ دشوار ہے - ۴۴ اس وقت جو جتنی ملک میں محبت و اخداد قائم کرنے کے لیے کرو رہے ہیں وہ سب اوپری اور عارضی ہیں، حقیقت سے دور اور حق سے ناٹھنا ہیں - وحدالت اور افداد کا راز نئے شوالیے میں ہے -

لئے شوالیے کے ساتھ ہیں اقبال کی شاعری کا پہلا دور ختم ہوتا

ہے۔ اس دور کا نام میں نے "حُبِّ وطن" رکھا ہے۔ دوسرے دور کا آغاز اس مجموعے کے دوسرے حصے سے ہوتا ہے جسے میں نے "حُبِّ ملت" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کی احمد ۱۹۰۵ع سے ہوتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وہ الگستان تشریف لئے گئے ہیں۔ الگستان ہمارے نوجوانوں کی کسوٹی ہے۔ ان کے اصل جوہر وہاں جا کر کھلائے ہیں۔ ان کے لئے وہ ایک لیا عالم ہوتا ہے۔ جدید تہذین کی روشنی بعض اوقات ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد جب سنبھلئے ہیں تو انہی امتحانات کے دھنڈے میں لگ جاتے ہیں اور اس سے جو وقت بہتا ہے وہ نئی لطف اندوزیوں میں بسرا ہو جاتا ہے۔ کچھ اس سے بھی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں وطن کی کو لکھ ہوتی ہے۔ وہ طرح طرح کے منصوبے کھڑتے اور وطن کی خدمت کے لئے لئے نئے خیالات سوچتے ہیں۔ بعض تو نہر سویز تک پہنچتے پہنچتے دھمپتے ہٹ جاتے ہیں، اور کچھ جو ثابت قدم رہتے ہیں، شروع شروع میں یہاں آ کر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن وہ چنگاری جو سات مختلر طے کر کے ملکتی ہوئی آئی تھی، گرد و پیش کے حالات اور صحبتوں کی وجہ سے وہ رفتہ بجھے کے خاک ہو جاتی ہے۔ البتہ اکاً دکاً اہساں کل آتا ہے جو باوجود موالعات کے کام کرتا رہتا ہے اور کچھ کر گزتا ہے۔ گو کہنے کو وہ امتحان کے لئے الگستان جانے ہیں لیکن اصل امتحان ان کا ہندوستان ہیں ہوتا ہے جس میں اکثر بھٹے نکلتے ہیں۔ اس کا دوش تھا الہی ہر نبی۔ بلکہ ہمارے ملک کی حالت، تعلیم کا طریقہ، گھروں کی صحبت، انتخاب کی غلطی، اور اسی قسم کے اور اسیاں یہی اس کے ذمہدار ہیں۔ اور ان کو الزام دینا ای غلطی ہے۔ وہ نہ اس خیال سے جانے ہیں اور نہ ان خیالات کو لئے کر آتے ہیں۔

وہ جس غرض سے جاتے ہیں، اسے کچھ لہ کچھ حاصل کرنی لختے ہیں۔ لیکن اقبال کا جانا اُس عالم کئے کا سا جانا لہ تھا جو یہ سال جان سے جہاز بھر کر دیار مغرب کو جاتا ہے۔ وہ ابھی وقت گئے جب کہ ان کی طبیعت اور سیرت میں پختگی آ جئی تھی۔ ملک کی حالت سے واقف اور زمانے کے سور چھان چکے تھے۔ دل میں خوب وطن کی تو لگی ہونی تھی۔ ملک میں ان کا کلام مقبول ہو چکا تھا، اور اقبال کا قرار الہ اور وطن کے گفت دیس کے گئی کوچوں میں کافی جا رہے تھے۔ یورپ میں ان کی آنکھوں نے کیا کیا تماشے دیکھے، کیا کیا خیالات دل میں موج زن ہوتے، کیسے کیسے منصوبے سوچے، کیا کیا سامان انھی ملک کے لیے جمع کیے، کیسے کیسے ارادے تھے جو دل میں وہ گئے۔ یادِ وطن نے کس کس طرح بے قرار کیا اور اپنی قوم کی بستی کو دیکھ کر دل ہر کیا کیا صدی گزے اور اس کے انہار نے کے لیے کیا کیا والوں پیدا ہوئے؟ ان کا جواب یا تو وہ خود دے سکتے ہیں یا ان کا کون رازدار دوست۔ لیکن اس زمانے کے کلام کے بڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لئے مشاہدات اور خیالات نے ان کے دل میں ایک جوش تلاطم پیدا کر رکھا ہے جس کے اظہار تک لمحے وہ ہے تاب اور مجبور ہیں۔ ان خیالات کو آئھوں نے اس نظم میں موزون کیا ہے جو ”شیخ عبدالقادر کے نام“ ہے، جو یورپ میں ان کے یہم سفر، یہم سترپ، یہم داڑ لھئے۔ یہ کویا ان کی آئندہ زندگی کا بروگرام ہے، جس پر وہ خود عامل ہونا چاہئے ہیں، اور دوسروں کو عمل کرنے کی بذایت کرنے ہیں۔ اس خط کے یہ دو شعر ان

نک دود دل کو ظاہر کرتے ہیں :

گرم رکھتا تھا بین سردی مغرب میں جو داع
چبر کر سینہ آئے وقفِ نکاحا کر دیں
شمع کی طرح جیسی لزم کہ عالم میں
خود جلیں، دبدہ اغیار کو بینا کر دیں

انگلستان کے قیام کے زمانے اور اس کے بعد کو کلام سے دو
باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں، جنہوں نے ان کے خیالات میں
الفلاپ پیدا کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ یورپ کے جدید حکومت کا ظلم
ان کی نظروں میں مکڑی کے جالے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، جو
محض خود غرضی اور خود برستی ہو جی ہے، اور بنی نوع انسان
کے حق میں سُمْ تائل ہے۔ اس پر انہوں نے بڑی کاری ضربیں لکائی
ہیں۔ ان کے یہ شعر مشہور اور زیاد زور خاص و عام ہو گئے ہیں :

دبارِ مغرب کے رہنے والو ا خدا کی بستی دکان نہیں ہے
کہرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہو گا
نہماری تہذیب انہی خجڑ سے آپ ہیں خودکشی کرے گی
جو شاخ لازک ہے آشیانہ بنتے گا، ناپالدار ہو گا
دوسرے وہ یورپ کی وطنیت اور فرمیت سے، جس کا اتر کام
یورپ پر جھایا ہوا ہے اور دنیا کے دوسرے ممالک پر بھی پھیلتا جاتا
ہے، سخت ہزار ہیں۔ وہ اس انک لفڑی اور خود غرضی کو دنیا
کے لمحے ہائی بلاگت اور موجبِ آلتِ خجال کرنے ہیں۔ جنابِ جم
یورپ کی جنگِ عظیم سے جو بربادی یورپ اور عالم طور پر دیا ہو
لازل ہوئی، وہ اس کا بدیہی ثبوت ہے۔ اس اہزاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ
وہ اسلامی اخوت و مساوات کی طرف مائل ہونے ہیں، اور یورپ کی

معاشری اور معاشی اور سیاسی زندگی، جو یہ روح اور حدائقت سے خالی ہے، الہیں اس عقیدے پر اور مستحکم کر دیتی ہے۔ اس طوفانِ صرماہیہ داری و استبداد میں الہیں ایک یہی روشنی نظر آئی ہے جو دلیا کو بخات دے سکتی ہے اور جو جفرانیاتی حدود اور نسل و رنگ کے قبود سے بالا ہے:

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معابر نے بنایا
بنا ہارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے
اسی خیال کو دوسرے الداڑ سے بیان کرتے ہیں:

اہمِ ملت ہر قیاسِ اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول^۲ پائی

اور اسی وجہ سے وہ پندوستان کی ان کوچشوں کو، جو ملک کے
محبِ وطن اتحاد پیدا کرنے کے لئے کر رہے ہیں، مسلمانوں کے حق
میں ایسی ہی بھج و بوج سمجھتے ہیں جیسے بخادر اقوام (ایک آپ
نیشنز) کی کوچشوں اتحادِ عالم کے لئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ بند کے فرقہ ساز اقبال آذری کر رہے ہیں کوئی
بجا کے دامنِ بتون سے اپنا غبار راءِ حجاز ہو جا

اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے "ازالہ بندی"^۳ کے جواب میں
"ازالہ ملتی"^۴ لکھ کر اس کے اثر کو کم کرنا چاہا جو ان کے
اختیار ہے باہر تھا۔ اس کے بعد وطنیت کی نظم میں کہلم کھلا
اہنے عیندے کا اعلان کر دیا ہے اور مسلمانوں کو اس تازہ آفت سے
بچنے کی ہدایت کی ہے کہ وطن برسی بھی بت برسی ہے:

سلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذرنے ترشوانے صنم اور

ان تازہ خداون میں بڑا سب سے وطن ہے
جو بہرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
اس کے بعد کہتے ہیں :

یہ بُت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
خارت گر کاشالہ دینِ یبود ہے
بازو ترا توحید کی نبوت سے قوی ہے
اسلام ترا دین ہے، تو مصطفوی ہے
نظارہ دیرپنہ زمانے کو دکھا دے
ای مصطفوی اخاک میں اس بت کو ملا دے
ہے لیڈ مقامی تو نیچہ ہے تباہی
رو بھر میں آزادِ وطن صورتِ سایی ۱
ہے ترکِ وطن منتِ محبوبِ اللہی ۲
دے تو یہی نبوت کی صداقت یہ گواہی
کفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
اقوامِ جہاں میں ہے رقبات تو اسی سے
تسخیر ہے منصورِ تجارت تو اسی سے
خال ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے خارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا پتی ہے اس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کنتی ہے اس سے
وہ ان خیالات کو بار بار اس سے زیادہ جوش اور حسن کے
سائلہ بیان کرنے ہیں اور اس سیاست وطن کو اصولِ اسلام کے خلاف

ہٹانے پس۔ ان کی نظرؤں میں فرونگ اولئی کا مہان سماں ہوا ہے۔ وہ وہی سادگی، حنفیت، ایثار اور اختوت جاتے ہیں۔ وہ چاہئے ہیں کہ مسلم اپنی قدر اور اسلام کی حنفیت سمجھئے۔ وہ فخر کائنات ہے، اور یہ زمانہ جو صداقت سے بیکانہ ہے، آن اصول کا منتظر ہے جو اسلام کی تعلیم میں پہنچاں ہیں :

دہر میں خارت گر باطل برستی میں ہڑا
حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ یتی میں ہڑا
ببری یتی بہر بن عربانیٰ عالم کی ہے
یعنی مٹ جانے سے رسولی اپنی آدم کی ہے

وہ نصاریٰ وضع اور بندوں سیوت مسلمان کو مسلمان نہیں سمجھتے۔
وہ مغربی تہذیب اور اس کی رعائیوں میں منافقت اور خود فروشی،
اس کی جمہوریت میں استبداد، اس کے آئین میں قبصہ رہ دیکھتے
ہیں۔ اشاعتِ تعلیم و تہذیب کے دعوے، صلاح و تنظیم کی مجلسیں،
حلقوں و مراءات کی قراردادیں، دھوکے کی لیٹیاں ہیں، جن کی آڑ
میں مغرب کا فرمان روا اقوامِ عالم کا شکار کھیلنا ہے۔ لیکن یہ سب
تدبیریں اور حکمتیں تابانیدار ہیں، عنقریب مثیے والی ہیں۔ دنیا
جت جلد ان سے نک آجائے گی اور یوں طرح التقام لے گی۔ اس لیے
وہ چاہئے ہیں کہ مسلمان اس رمز کو سمجھ جائیں۔ آنے والے دن
کے لیے ابھی ہے لیار ہو جائیں۔ ان میں بھر وہی ہلی میں اسلامی
حرارت پیدا ہو، وہی عزم اور ولولے ہوں، وہی مسوات اور اختوت
ہو۔ ان کی منتشر جمعیتیں ایک شیرازے میں بندہ جائیں، مخالف فرقے
اور مختلف اسلامی دولتیں ایک ہو جائیں تاکہ وہ دنیا کی رہنمائی کر
سکیں۔ دنیا اپنی حالت سے بیزار اور اپنے آئین سے نک آگئی ہے۔

وہ خود کشی ہر آمادہ معلوم ہوتی ہے ۔ ابھی حالت میں اگر کوئی
آلئے آ سکتا ہے تو اسلام ہے ، کیونکہ دلیا ایسے نظام کی منتظر ہے
جو صرمایہ داری سے باکہ ہو ، جس میں حاکم و حکوم کا کوئی
امتیاز نہ ہو ، جہاں امیر و خربہ ایک ہوں ، جس کی تہذیب میں
نفعائیت اور تعلیم میں دناثت نہ ہو ۔ جس کا خدا ایک ، جس کا آئین
ایک ، جس کا خیال ایک اور جس کا مطعم لفظ ایک ہو ۔ اور جو
شروع سے آخر تک توحید ہی توحید ہو اور کہیں دوسری کلام نہ ہو ۔
ایسا نظام سوانحِ اسلام کے اور کون سا ہو سکتا ہے ۔ وہ وقت دور
نہیں ہے جب کہ اسلام کا اول بالا ہو گا ، دنیا کی اقوام اس کے
جنہیں کے نیچے جمع ہوں گی ۔ اس کی باکہ تعلیم سے پرانا ناسور
مندل ہو گا ۔ امن و امان اور اخنوٹ و مساوات کا دور ہو گا ۔ اس
وقت سچا مسلم اقوام عالم کا امام اور اس جہان کا خلیفہ ہو گا ۔ وہ
ہے وہ آرزو جو ہمارے شاعر کے دل میں موجود ہے اور جس پر اس
نے اپنے فلسفے اور شاعری کی ساری تتوت صرف کر دی ہے :

ربط و نبطِ ملتِ یخا ہے مشرق کی بحاجات
الشیا والی ہیں اس لکھنے سے اب تک بے خبر
ایک ہوں مسلم حرم کی یاصبان کے لمبے
لیل کے ساحل سے لے کر تا بناکِ کاشنفر
جو کرئے کا امتیاز رنگ و خون مٹ جانے کا
ٹوکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گھر
لحل اگر مسلم کے مذہب پر مقدم و مگزی
آڑ گیا دلبا سے ٹو مانندِ خاکِ رہ گئو

ایک دوسری جگہ فرمائے ہیں :

یہ لکھتے سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ الہامِ زینِ ایشیا کا پاسیان تو ہے
ایک جہوٹی میں نظم، تین بیتوں کی، مذہب ہر لکھی ہے جو

ہے ہے :

ابنی ملت ہر قیاسِ اقوامِ مغرب سے نہ کمر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی^۲
ان کی جمیعت کا ہے ملک و نسب ہر الحصار
قوتِ مذاہب سے ستحکم ہے جمیعتِ تری
دامنِ دینِ باللہ سے چھوٹا تو جمیعتِ کہان
اور جمیعتِ ہونی رخصت تو ملتِ بھی کئی

ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مفت کی ایجاد نہ وطنیت ہر
ہے نہ قومیت و نسل ہر بلکہ مذہب ہر ہے۔ اسی کی قوت اور اخداد
سیاست یا قانون یہ نہیں بلکہ دان ہر ہے۔ مذہب ان کے شیرازہِ اخداد
کو، جو اب ذہيلا پڑ گیا ہے، مختبڑ کرے گا۔ اسی کی بدولت
سے مختلف اور متشر قوتوں ایک جا ہوں گی اور اسلامی ملت ایشیا
کی نہیں، سارے عالم کی رہنا اور امام ہوگی۔ ایک نئے دور کا آغاز
ہوگا اور سرمایہ داری اور استبداد، سیاست اور رقابت کا خاکہ ہو
جائے گا۔ یہ ہے اقبال کا خواب جس کی تعریر بردا خطا میں ہے۔
اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ دوسرے مذاہب یا اقوام سے غرفت کرتا
ہے یا ان سے تعصب رکھتا ہے۔ نہیں، بلکہ اس نے رام، نانک،
سوامی تیرنہ رام ہر ہی ایسی بھی سچائی اور جوش سے نظیفیں لکھیں
ہیں، جیسے اپنے ہاک نفس بیز کوں کے لیجے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

مدت کے خور و لکر اور تحریب کے بعد اقبال اس نکتے پر ہنچھے ہیں کہ دلیا کی اقوام کی یک جمیں کی بنواد سوانٹے ملتِ اسلام کے ہودی اور خل خل بذیر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ سوانٹے ملتِ اسلام کے کسی قوم کو دلنا کی خلافت کا اہل نہیں سمجھتے۔ انہوں نے جو کچھ اس بارے میں لکھا ہے اس کا ایک ایک لفظ خلوص، صداقت اور جوش سے بھرا ہوا ہے۔ وہ عاشق و شیدائے اسلام ہے اور عاشق کو پر جرم معاف ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ آخر آخر میں ان کا میلان طبع فارسی کی طرف زیادہ ہوتا گی تاکہ اس کے ذریعے سے انہیں خیالات آنان سے مالکِ اسلام میں شائع کر سکیں اور ملتِ اسلام کو ایک جماعت بنانے میں مدد دے سکیں، کیونکہ جب اور تذہیب کارکر نہیں ہوتیں تو شاعر کی دود بھری آواز لوگوں کے مردہ دلوں میں کھولن پیدا کریں ہے اور القلبِ عظیم کا بیش خیہ ہوئے ہے۔ جناب شیخ عبدالقدور صاحب نے اس مجموع کے شروع میں ایک بُر لطف دیا جو لکھا ہے جو صرف شیخ صاحب ای تکہ سکھے لھئے۔ اس میں انہوں نے اقبال کے کلام پر نقید نہیں کی بلکہ ان کی شاعری کا لشو و کما اور تدریجی ترقی دکھانی ہے جو ہٹھنے کے قابل ہے۔ اس میں فرماتے ہیں : ”دوسرा تفتیر ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام لکھ پہنچا۔ پہنچی اقبال کی شاعری نے فارسی زبان کو اردو زبان کی جگہ اپنا ذریعہ“ خیال بنا لیا۔“ اس کے شیخ صاحب نے کئی اسباب بنائے ہیں جنہیں میں انہیں کے الفاظ میں ادا کرنا چاہتا ہوں :

”فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت میں کئی اسbab سے بیدا ہونی ہوگی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں

نے اپنی کتاب حالاتِ تصوف کے متعلق لکھنے کے لئے
جو کتب اپنی کی اس کو بھی خرور اس تقدیر مذاق میں
دخل ہوگا۔ اس کے علاوہ جوں جوں ان کا مطالعہ علم
فلسفہ کے متعلق گھرا ہوتا گیا اور دوستی خیالات کے اظہار
کو جی چاہا تو انہوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں
اردو کا سرمایہ بہت کم ہے۔ اور فارسی میں کتنی فقرے اور
عملے ساختے میں ڈھلنے ہوئے ابھرے ملتے ہیں جن کے مطابق
اردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں۔ اس لیے وہ فارسی کی
طرف مائل ہو گئے۔ مگر بظاہر جس جھوٹ سے موقع سے
ان کی فارسی گوئی کی ابتدا ہوئی وہ ہے کہ ایک مرتبہ
وہ ایک دوست کے ہاں مدعو تھے جہاں ان سے فارسی
اشعار سنانے کی فرمائش ہوئی اور پوچھا گیا کہ وہ فارسی
شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں؟ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ
انہوں نے سوانی ایک آدھ شعر کہتے کے، کبھی فارسی
لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کچھ ابسا وقت تھا اور
اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ
دعوت سے واہن آکر بستر بر لٹھنے ہونے باقی وقت وہ شاید
فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اپنے ہی جو مجھ سے ملے
تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انہوں نے زبان
جمیع سائیں۔ ان غزلوں کے کہتے سے انہیں اپنی فارسی
گوئی کی قوت کا حال معلوم ہوا جس کا پہلے انہوں نے
اس طرح امتحان نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولایت سے
واہن آنے ہو گو کبھی کبھی اردو کی نظمیں کہتے تھے

مگر طبیعت کا رخ فارسی کی طرف ہو گیا۔“

شیخ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں جانے دم زدن نہیں - بے شک یہی امباب فارسی کی طرف ان کے میلانِ طبع کے ہونے ہوں گے۔ لیکن جس چیز نے مستقل طور پر فارسی میں کہنے کی طرف مائل کیا وہ وہی خیال ہے جس کامیں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ یعنی ملت اسلام کے انتراف و لفاق کو دور کر کے اسے ایک نویں جمعیت بنانا جس کی بنا خالص اسلام ہر ہو۔ اسے کاملی اور نکبت سے لکال کر عمل اور جد و جہد کی طرف مائل کرنا۔ اہل ملت میں وہ سیرت اور خلوص ییدا کرنا کہ ایک ہاتھ میں دین اور دوسرے ہاتھ میں شمع بداشت ہو اور بالآخر انہیں اقوام عالم کی سرداری اور امامت کے لیے آمادہ کرنا۔ پہ تعلیم ان کی تمام مسائلوں کے لیے ہے، خواہ وہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں۔

لیکن ہند کے میان عجیب کش مکافی میں یہ - جب حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہ نشد دولت سے نڑا ہوشیار ہوئے تو ہادی نے الہیں یہ بدایت کی کہ دولت اسلام سے تعلق یا محبت و کھانا خلافِ مصلحت ہے۔ ادھر اہل وطن سے یک جہنمی دشوار ہے، کیوں کہ وہ تعداد میں زیادہ اور ہم کم ہیں۔ اگر وہے تو ان کے قابو ہو کے رہنا پڑے گا۔ ہس ایک یہی صورت ہے کہ انگریزوں سے، جو فرمان روائے ملک ہیں، مل کر رہو۔ اسی میں کہاہری خیر اور زندگی ہے۔ ایک ملت اسی پر کاربند رہے۔ لیکن، مدد ناؤ کاغذ کی جلتی نہیں۔ یہ طسم ابھی ثوث کے رہا۔ اس کے بعد رہو رہیں میامت کے شناسا اور زمانے کے لباخ آئے اور بدایت فرمائی کہ اگر ہمیں عزت کے ساتھ زندہ حلامت رہنا ہے تو اہل وطن سے یک جہنمی اور اتحاد

پیدا کریں ، ورنہ ملک ہمیشہ ہامال رہے گا اور ملک والی کبھی خلافتی سے نہ نکل سکیں گے ۔ سارے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک صلح و آتشی کی لہر دوڑنے لگی ۔ اتحاد واتفاق کے ترانے کرنے جانے لگئے اور لوگوں کے سینے صالح کاری اور محبت کے لور سے معمور نظر آئے لگئے ۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک مدت کے بعد اس ملک پر خدا کی رحمت نازل ہونے والی ہے ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تلقین تھی کہ اگرچہ حسب وطن ایمان ہے ، لیکن اسلامی رہاستوں سے محبت و ہمدردی کا تعلق نہ ٹوٹنے یا نہ ۔ بندوؤں نے بھی اسے تسلیم کیا اور عالی طرف سے ساتھ دیا ۔ دونوں بجهڑے بھائی پھر مل گئے اور اخلاص و محبت سے رہنے لگئے ۔ نہ معلوم کس کی نظر لک گئی کہ پھر بہوت بڑی اور جار دن کی چالدن کے بعد پھر الدھیرا گوپ ہو گیا ۔ خدا ان ایزروں کی بست میں برکت دے جو اب تک اس اتحاد کے پیدا کرنے میں سچے دل سے سامنی ہیں ۔

اب بندو اپنی تنظیم الگ کرو رہے ہیں اور مسلمان الگ فکر میں ہیں کہ اپنی جمعیت درست کریں ۔ ہر حال کچھ داون کے لیے یہ کھوکھوڑ ان کی قسم میں اور لکھی ہے ۔ نہ کوئی کہا کر ایک دن رستے ہو آئیں جائیں گے ۔

یہ سیاست دافنوں اور ملک کے رہناؤں کی تدبیریں تھیں ۔ شاعر اور حکیم کی صدا ان سے لرا لی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے وطنیت کا خیال بوج و بوج ہے ۔ سیاست ایک قسم کی عیناً دی ہے ۔ تہذیب و آئین مغربی خول راہ ہے ۔ اس لیے الہیں جاہیز کہ وہ ان بہندوں میں نہ پہنسیں ، وہ مذہب کو رشتہ اتحاد بنالیں ۔ وہ خصائیں اور اخلاق پیدا کریں جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تھے اور ان

اصولوں پر کاربند ہوں جو تیرہ صدی ہٹلے انہیں دیے گئے تھے ۔ اور اس پاک تعلیم کے زور پر ایشیا کی رہبری کریں اور یہر ایک بار عالم پر چھا جائیں کیوں کہ دنیا کی نجات اسی میں ہے ۔ یہ ہے اقبال کا یہام ملت اسلام کے نام ۔ اور ۱۹۰۵ع کے بعد سے اس آواز میں زیادہ گویخ اور ثبوت یہدا ہوتے جاتے ہے ۔ یہ جہت اعلیٰ خیال ہے اور مسلمانوں کے لیے بہت خوش آئند ہے ۔ لیکن ڈر ہے کہ اس خیال کی شدت کہیں بھیں بندوستان سے خالل نہ کر دے ۔ بندوستان کے مسلمانوں کو دوسرے مالک کے مسلمانوں سے جو دلی محبت ہے اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ۔ ہم اسے جنگِ باقان اور خلافت کے معاملے میں خوب دیکھو چکے ہیں ۔ لیکن کیا ان کو یہی بندی مسلمانوں سے ایسی محبت ہے؟ بندی پر خطے میں حقیر سمجھا جاتا ہے اور خلام سے زیادہ اس کی واقعت نہیں ۔ بندی مسلمان کی خود اسلامی مالک میں کوئی واقعت نہیں ۔ جب تک ہم اس ملک میں جہاں رہتے ہیں ، اپنی حیثیت مفہومیت نہ کر لیں ، اور جب تک ہم یہاں آزادیِ خیال اور آزادیِ عمل کو حاصل نہ کر لیں ، ملٹی اتحاد کا خیال خواب ہی خواب ہے ۔ اگر مسلمان ملک کے دوسرے باشندوں کے دوش بدوش ملکی اتحاد و ترقی میں جدوجہد کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو انہیں اس ملک میں رہنے کا کیا حق ہے؟ وہ لوگ دوسروں کی کیا مدد کرو سکتے ہیں جو ہے اجازت انہی ملک سے قدم باہر نہیں رکھ سکتے ۔ اور جو ہے اذن کسی بحدودی کے قابل نہیں ہیں ۔ جب ہم انہی اسی ملک میں بیکانے اور اپس کے لفڑوں کے شکار ہیں ، تو دوسروں کے سامنے کس منہ سے اتحاد کی تعلیم ایش کریں ۔

تاہم اقبال کے یہام میں بلندی اور ایسا خلوص اور جوش ہے

جو والگان نہیں جا سکتا - وہ سوتون کو جکل۔ ، غافلوں کو بشار
کرنے اور دلوں کو ابھارنے میں بھل کا سا کام کریں گے - اس کا
مقصد سیاست یا ملک کیبری نہیں بلکہ وہ الخلاق اور روحانی بیان ہے
جس کی بنیاد اسلامی تعلیم ہو ہے ، اور جس کی غرض اسلامی اصول
اور آئین کی اشاعت ہے - جو الخالد ملتی کے ذریعے سے دنیا ہر کار فرمانی
کر سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی الہیں اپنے "توانہ بندی" کو بالکل بھلا
نہیں دینا چاہیے - وہ خود فرماتے ہیں :

عجبی خُم ہے تو کیا ، میے تو حجازی ہے مری

لغہ بندی ہے تو کیا ، لَحَّ تو حجازی ہے مری

مگر افسوس کہ بندی لغہ روز بروز دھیا بڑھا جاتا ہے اور ڈر ہے
کہ کہیں صرف عجمی خُم اور حجازی بادہ ہی نہ رہ جائے - اس خیال
کی تصدیق مجھے اس شعر سے وونی جو بعد کا کہا ہوا ہے :

مرا ساز اگرچہ ستم و سیدہ زخمہ ہائے عجم رہا

وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ لوا مری عربی رہی

لیکن اگر ابسا ہوا تو خفب ہو جائے گا - اس لیے ہم اس درخواست
میں شیخ عبدالقدار صاحب کے ساتھ شریک ہیں کہ "وہ اپنے دل و
دماغ سے اردو کو وہ حصہ دیں جس کی وہ مستحق ہے - خود
انہوں نے خالب کی تعریف میں چند بند لکھئے ہیں جن میں ایک شعر
میں اردو کی حالت کا صحیح نقشہ کہیا ہے :

گیسوں اردو ابھی منت بذیر شانہ ہے

شمع یہ سو دل سو زی بروالہ ہے

وہ ان کا یہ شعر بڑھ کر ان سے یہ کہتے ہیں کہ جس احساس
نے یہ شعر ان سے لکھا ایسا تمہا آسی سے کام لئے کہ اب وہ بھر کچھ

عرضے کے لئے گیسوے اردو سنوارنے کی طرف متوجہ ہوں ۔ جیسی نہیں کہ، اردو ان کے خیالات سے محروم رہ جائے گی بلکہ ان کا بیام جسے وہ اپنی زندگی کا مقصد خیال کرتے ہیں، تنشہ اور اثر سے محروم رہ جائے گا۔

ابوال کی شاعری ہا ان کے بیام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ ہمیں قدمات برستی کی طرف مائل کر دیتی ہے اور بجائے آگے قدم بڑھانے کے وہ ہمیں صدیوں پیچھے لے جانا چاہتی ہے۔ لیکن اس کی انہیں مطلق برواؤ نہیں، بلکہ اس پر خوش ہیں اور ایک گولہ فخر کے ساتھ خود ان الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں :

ہاں یہ سچ ہے چشم پر عہدِ کہنا رہتا ہوں میں
اہلِ محفل سے برائی داشتائی کہتا ہوں میں
یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکبر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ہوں اس دفترِ لشاطِ ازا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

لیکن ان کی قدمات پرستی مردہ نہیں ہے جو دلوں میں یاس اور اداسی پیدا کریں ہے۔ بلکہ وہ ان اصول کی پیروی ہے جن کی صفات پر شاعر کو کامل یقین ہے۔ وہ اپنے بیام میں عہدِ ماضی کی روشن مثال دکھا کر بار بار الہیں عمل اور جدوجہد اور ثبات پر آمادہ کرتا ہے :

جی گلینِ قدرت ہے، جس اساؤبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامز ن عبوبِ فطرت ہے

اسی خیال کو دوسری جگہ ادا کیا ہے :

اُن رہ میں مقام بے محل ہے بوشیدہ قرار میں اجل ہے
جسی خوال اس شعر میں یہی ہے :

ستِ سے خرام کا سن تو ذرا بیام تو
زندہ وای ہے ، کام کچھ جس کو نہیں قرار سے
کوشش ناکام کے منعائق کہتے ہیں :

وازِ حیات بوجہ لے خضر خجستہ کام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوشش ناکام سے
اس سے لڑ کر کون کیا کہہ سکتا ہے :

ولئے نادانی کہ ”نو“ محتاجِ ساق ہو گیا
سے ہی تو مہنا ہی تو ساق بھی تو محفل ہی تو
شعلہ بن کر پھولک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا؟ کہ ہے خارت کر باطل ہی تو
بے خبر تو جوہر آئندہ ایسا نام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

ابوال کی شاعری کہ بوزی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ”شع
اور شاعر“، ”حضر را“ اور ”ملوک اسلام“ کی نظمیں غور سے بڑھی
چاہیں - بد ظاہری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے ان کی شاعری
کے ہترین نمونے ہیں - اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی
دوسری نظمیں اس ہائے کی نہیں ہیں - ان کی بعض چھوٹی نظمیں جدت
باکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی ہیں ، مثلاً ”ایک ارزو“ ، ”مرگزشت
آدم“ ، ”جگنو“ ، ”چالد“ ، ”سبع کا ستارہ“ ، ”ہرندہ“ ، وغیرہ
بہت اچھی اچھی نظمیں ہیں - لیکن جن تین نغمتوں کا میں نے قام لیا

ہے وہ ابھی یہی کہ ان میں اقبال کی شاعری کی کام خصوصیات پانی
جاتی ہیں -

غہیل کی بلندی ، تشبیحات و استعارات اور لفظی ترکیبیں صاف
بنتائی ہیں کہ اقبال کے کلام پر مرزا خالب کا کس قدر اثر ہے - وہ
گویا مرزا کے معنوی شاگرد ہیں اور بڑھنے والا ، جسے ذوقِ سخن ہے ،
بدآسانی اسے سمجھ سکتا ہے - لیکن بندش میں وہ چیختی نہیں - اور سب
سے بڑھ کر بدھ ہلت ہے کہ مرزا کے طرزِ ادا میں جو خاصِ لذاكت ہے
وہ نہیں باقی جاتی ہے - اور نہ وہ سوز و گذاز اور درد ہے جو ہم حال
کے کلام میں پانتے ہیں - اگرچہ کہیں کہیں تکلف کی جھلک نظر آتی
ہے اور فارسی ترکیبیں اعتدال سے آگئے نکل جاتی ہیں ، مگر شان و شکوه ،
زور شور ، اور انتہائی ہونے جذبات کی ادائی ، حکیماں نظر اور
شاعرالہ الداڑی بیان میں اقبال کے کلام کا جواب نہیں - مثلاً وہ شعر
ملائختہ ہو :

آک ہے ، اولادِ ابرایم ہے ، محروم ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے ؟

شاعرون نے چار و خزان کے اور گل و بلبل کے راز و لیاز بیان
کیجیے ہیں - اقبال نے صحراء کا سماں لکھا ہے - چند شعر ہیں مگر کس قدر
بلند اور کیفیت پیدا کرنے والے :

اے رینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گوئختی ہے جب لفڑائی دشت میں بالکِ رحلی !
ریت کے لیلے ہے وہ آہو کا بے برووا خرام
وہ حضر بے بیرگ و سامان ، وہ سفر بے سنگ و میل !

وہ نمودِ اختیٰ سیاہ با پنکارِ صحیح
 ہا نکایاں ہامِ گردوں سے جینِ جبریل ا
 وہ سکوتِ شامِ صحراء میں غروبِ آفتاب
 جس سے روشنِ تر ہوئی چشمِ جہاں یعنی خلیل
 اور وہ بلنی کے چشمے ہر مقامِ کاروان
 اہلِ ایمانِ جس طرح جنت میں گردِ سلسیل ا
 تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
 اور آبادی میں تو زنجیریٰ کشت و لخیل ا
 یا اس شعر کو دیکھئے ۔ کیا خیال ہے اور کیا فتوتِ ایمان :
 حقیقتِ ایک ہے ہر شے کی ، خاکی ہو کہ نوری ہو
 لہو خورشید کا لیکھ ، اگر ذرے کا دل چیزیں
 میرا مقصدِ امن و ایصال کے منصبِ اشعار بیش کرنا نہیں ہے
 اور نہ یہ اس کا موقع ہے اور نہ مسلسل نظدوں میں سے بعضِ اشعار کا
 منتخبِ مناسب ہے ۔ ان کے کلام کا لطف حاصل کرنا ہو تو کم سے کم
 ان کی وہ نظمیں ملاحظہ فرمائیں جن کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں ۔
 آج کل بعضِ سخنِ سنجِ اقبال کے کلام کا مقابلہ پندوستان کے
 ایک دوسرے نامور اور غیر پندوستان شاعرِ نیکور کے کلام سے
 کرنے یہی ۔ نیکور کے کلام میں یہ شک ہو یہ کامِ سلا ہوا ہے ۔
 اس کی محبتِ عالمگیر ہے ۔ وہ تمامِ کائنات کو اپنے آموشِ محبت میں
 لینا چاہتا ہے ۔ اس کی نظمیں پڑھ کر دل کو تسکین اور روح میں
 سروز پیدا ہوتا ہے لیکن اس میں وہ آگ نہیں جو اقبال میں ہے ۔
 نیکور کے کلام میں نسائیت کا شالیہ پایا جاتا ہے اور اقبال میں
 سرداہ نہ ہے ۔ نیکور کا جذبہِ محبت بہت کہرا اور بے نیا ہے لیکن وہ

اپنے حدود کو توڑ کر کبھی آگے نہیں لکھ جاتا۔ اور باوجود کیف و وجود کے آبے سے باہر نہیں ہونے ہاتا۔ اقبال کا مطہر نظر اگرچہ "مقابلہ" محدود ہے مگر زیادہ قوی، زیادہ پُر زور اور زیادہ شور انگیز ہے۔ نیکور کے ہان لازک سے نازک موقع پر بھی عقل کی برجیاں آس پاس ضرور نظر آتی ہے مگر یہاں جذبات کے تلاطم کے سامنے بعض اوقات بے چاری عقل اپنی آبرو بھانے کے لیے آجک کر الک جا کھڑی ہوئی ہے۔ وہاں جذب و کیف کے ساتھ خود داری ہے اور یہاں وارثتی و شفتنگ:

بَا هُرَّ كَيْلَ الدَّكَّ أَشْفَنْتَنِي خَوْشَ اَسْتَ

عَرْجَنْدَ عَقْلِ كَلَ شَدَهَايِي ، بَيْ جَنُونِ مَبَاشِ

لیکن اگر وہ ایک لحظے کے لیے ذرا مژ کر دیکھیں تو ہم یہیں ان کا "لیا شوالہ" دکھانا چاہتے ہیں جس کی قسم میں تعبیر ہے ہمیں کہنٹلر ہوا لکھا تھا۔ گو اقبال اس وقت ایک اور شاندار تعبیر میں مصروف ہیں لیکن ایک روز یہیں ادھر آتا ہٹئے گا۔ اور وہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہو گا۔ (رسالہ "اُردو" ، اکتوبر، ۱۹۲۳ء، ص ۱۰۷-۱۰۸)۔

۴۔ اقبال:

(مؤلفہ "مولوی احمد دین صاحب" - اے ایڈوکیٹ، لاہور، صفحات ۲۸۶، چھوٹی تقطیع، قیمت دو روپے چار آنے)۔

سر ہدہ اقبال کی شاعری پر بہت سے مضمون لکھے گئے ہیں، لیکن اس قدر تفصیل کے ساتھ اب تک کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی تھی۔ جس طرح اقبال کی شاعری جوش و خروش

ہے بھری ہوئی ہے، اسی طرح مولوی احمد دین صاحب یہی اس شاعری کے ٹوجوں مذاخ ہیں۔ اقبال کی شاید ہی کوئی اچھی نظم اسی ہوگی جس پر مولوی صاحب نے جوش کے ماتھ کچھ لہ لکھا ہو اور اپنابس نہ دیا ہو۔ شروع کے ۱۷۰ صفحوں میں ابتداء سے آخر نکل پر اسم کی نظروں کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے حصے میں (۱۷۲) سے ۱۷۳ تک) مضمینِ کلام سے بحث کی ہے۔ یہ مضمین یہ یہی ہے:

”اور توحید کی جوت، دلتواز مستقبل، خودی و خودداری، خود افزائی، مذہب، اخلاقیات، تہذیب تو،
اللہ“ وطنیت، عجمیت، ہان اسلام ازم یا اتحادِ سیاست
ملتیہ۔“

تیسرا اور آخری حصہ میں اقبال کے طرزِ بیان سے بحث کی گئی ہے۔ اس تسلیم سے بعض مضمین ایک حصے کے دوسرے حصے میں گئی ہو گئے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ شاعری کی شاعری کا کوئی ہملو قابلِ مؤلف کی نظر ہے نہیں بھا۔ یہ تنقید نہیں ہے بلکہ اقبال کی شاعری کے مخاسن ہیں اور اس کا حق مؤلف نے ہورا ہورا ادا کر دیا ہے۔ آخر میں وہ اس تمام بیان کا خلاصہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”ڈاکٹر صاحب کا کلام اگرچہ تمام تر آورد ہے، لیکن اس میں انتہائی لطاقت اور ایجاز ہے۔ یعنی ناصحتِ الفقی اور بلاغتِ معنوی دونوں کی بوری بوری رہایت ملحوظ ہے۔ جو مضمون ہے وہ نہایت صاف، برجستہ اور لکھ، منجی اور تدریتِ خیال کا پسندیدہ ترین کھولہ ہے۔ الدعاز بیان اور طرزِ ادا الوکھا اور دل کش ہے۔ ان کی توجہ

خیالات کی رامت اور معانی کی پلندی کی طرف زیادہ رہتی ہے۔ منائع بدائع، تشبیهات و استعارات کے بیچ میں وہ نہیں ہٹنے۔ لیکن باوجود اس کے لفظوں کی لطافت اور ترکیوں کی نزاکت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کا جام شاعری اس سوگواری کی تلخی سے ہاک ہے جو قوسِ مرثیہ گوبوں کے کلام میں ہانی جاتی ہے۔ وہ ماضی کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ شاندار مستقبل کے مزدہ گو ہیں۔ ان کی شکفتہ طبیعت ایک بلبل ہے جو خزان کی نوحہ خوانی نہیں کریں بلکہ ہماری آمد کا نغمہ کافی ہے۔ یہ اپنی شاعری میں ملتِ چدیدہ کی دماغی تعمیر میں بہت بڑا حصہ لئے رہے ہیں۔“

مولوی صاحب نے طرزِ بیان میں اپنی مظاہین ہی سے بحث کی ہے۔ ہم اس بات سے خوش ہیں کہ انہوں نے شاعری کے داخل چھلو ہو لظر ڈالی ہے۔ مگر طرزِ بیان میں داخلی اور خارجی دولوں چھلو شریک ہیں۔ اس حصے کے آخر میں انہوں نے اردو اور اپل بھجاب کے عنوان سے اپنی چار پانچ صفحے لکھئے ہیں۔ ان کا فرمانا بالکل بجا ہے کہ ہر زبان ہر، جب وہ کسی دوسرے مقام پر پہنچوئی ہے، وہاں کے طریقِ معاشرت، تکلفی حالات اور طرزِ بیان کا اثر بڑتا ہے، اس لمحے ویان کے الفاظ اپنی اس زبان میں داخل ہو جائے ہیں۔ لیکن اس کے بد معنی نہیں ہیں کہ ہر پہنچا، ہر بربی یا دکھنی محاورے کا لفظی ترجمہ زبان میں داخل ہونے کا حق رکھتا ہے۔ خود اپال کی زبان اس کی شاہد ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر مولوی صاحب بعض ایسے الفاظ لکھ دیتے جو ان کی رائے میں اردو زبان میں داخل

ہرنے کے قابل ہی۔ اردو زبان کو دوسری زبانوں کے لفظ لئنے = عار نہیں۔ لیکن بحث اس میں ہے کہ وہ کون سے لفظ ہیں جو لئنے کے قابل ہیں۔ یہ صرف اُسی صاحبِ ذوقِ سلیم کا حق ہے جو زبان کا ماہر ہے اور اس کے استعمال پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ جب وہ کوئی لیا لفظ استعمال کرتا ہے تو لفظ خود بول الہتا ہے کہ میری جگہ بہاں ہے۔

جو لوگ اقبال کی شاعری کے تقدیردان ہیں وہ اس کتاب سے بہت لطف اور حظ الہائی گے۔ ("اردو"، اکتوبر، ۱۹۲۶ء، ص ۲۹۱-۲۹۲)۔

۳۔ کلیاتِ اقبال :

(مرتبہ موادی ہد عبد الرزاق صاحب۔ ججم : ۳۹۶ صفحات۔ قیمت : پالج روپے۔ مجلد : چھ روپے۔ ملٹے کا بنا : ہد نجم الدین، الحاطہ سید جنگ مرحوم، توب بازار، حیدر آباد دکن)

اس سے قبل ہم "بانگ درا" پر مفصل ریویو لکھے چکے ہیں۔ اقبال کی نظموں کا یہ دوسرا مجموعہ ہے جو حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔ اگرچہ یہ مجموعہ "بانگ درا" سے ہلے مرتب اور طبع ہو چکا تھا لیکن بعض وجوہ سے اس کی اشاعت رکی رہی۔ اس میں ایک خصوصیت توبہ ہے کہ اس میں بعض لفظیں "بانگ درا" سے زاید ہیں۔ دوسرے لائق مرتب نے اقبال کی شاعری پر ۳۶ صفحوں کا دیباچہ لکھا ہے۔ کتاب کے شروع میں مولانا عبدالله العدادی نے تمہید کے طور پر پانچ چار صفحے لکھئے ہیں جن کی ابتداء اس عجوب و غرائب

جعلے سے ہو گے :

"اُج جب کہ ہماری شاعری گرفت و گیر کی نزاکت میں
عیارِ الہ مشاق پیدا کرنے کے لئے "اس طرح کہ کھنگرو
کرنی چھاکل کا نہ بولی" ہر ذور دے رہی ہے اور "جب
چشم سے چلیں گود میں چھکے سے الہالو" کے نسلیے کی
عملی تعلیم دینے پر آمادہ ہے، سخن منجی کو دعویٰ ہے
کہ "واعظ کے منہ ہے مہر لگادون کتاب ہی" اور سخن منج
پہ مستزاد الاب رہا ہے کہ "ڈاڑھی کو دیا اس کے لئے
بزر قطونا" اور "بینے لگ گت" ۔

اسی ونگ میں مولانا نے عربی فارسی شاعری کا ذکر کر کے
آخر میں خنصر طور پر آدھو کا ذکر فرمایا ہے اور اقبال کی شاعری
کے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا ہے ۔

قابل مرتب نے انہی دیباچہ میں اقبال کی شاعری پر بہت
طولاً بحث کی ہے اور بعض جگہ مبالغہ سے کام لیا ہے مگر کوئی
خاص بات پیدا نہیں کی ۔ تاہم اس میں ایسی بہت سی معلومات اور
حالات جمع کر دیے ہیں جن کا علم عام طور پر نہیں ہے ۔ اس میں شک
نہیں کہ الہوں نے بہت محنت کی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپندا
سے اقبال کے کلام سے عشق تھا اور ان کی لفظوں کو صفت سینت
کر رکھا تھا اور اسی شوق کا نتیجہ ہے کہ یہ مجموعہ مرتب ہوا ۔
اس مجموعے کو لائق مرتب نے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے:
اول، دیباچہ جس میں شاعر کے خنصر حالات، اس کی شاعری
اور اس کی تصنیفات کا ذکر ہے ۔

دوم، منی دو آئندہ یعنی وہ غزلیات، جن میں مشرق اور مغربی

شاعری کا استزاج ہایا جاتا ہے ۔

سوم ، لکات یعنی ، ظرالت آئیز لیکن خود آموز اشعار ۔

چہارم ، نقش قدرت ، یعنی مناظر قدرت کی جیقی جاگئی تصویریں ۔

پنجم ، فالوس حیات ۔ وہ نظمیں جن میں خالق و معارف پائے

جاتے ہیں ۔

ششم ، شعر طور ۔ وہ نظمیں جن کا تعلق اسلام سے ہے ۔ اس

مجموعہ میں کم و بیش تین ہزار شعر ہیں ۔

مولوی عبدالرزاق صاحب در حقیقت شکریے کے مستحق ہیں

کہ انہوں نے بڑی محنت اور کاؤش سے ان ہے بہا نظمون کو یک جا

کر کے شائع کیا ہے ۔

(رسالہ "آردو" ، جنوری ۱۹۲۶ع ، ص ۱۹۰ - ۱۹۱)

۷۔ ققریز

۲۲۔ ابریل، ۱۹۵۱ع کو کراچی میں یومِ اقبال کے زیرِ اہتمام
جہانگیر پارک میں ایک جلسہ عام منعقد یوا تھا۔ اس
میں بابتے اردو نے جو تقریب کی تھی، وہ ذیل میں
درج کی جاتی ہے۔

ایک ایسے نازک وقت میں جب کہ ہم شکستہ دل اور مایوس
تھے اور ہر طرف تاریکی ای تاریک تھی، اللہ تعالیٰ نے انہی دھم و
کرم سے ہماری قوم میں اقبال جسمی عظیم المرتبت بسنی کو پیدا کیا،
جس کی لفیر نہ صرف اس برصغیر بلکہ اس عہد کی تمام دنیاۓ اسلام
میں نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ خیروں نے یہی اس کی عظمت کا
اعتراف کیا اور انہیں کہنا بڑا کہ اقبال بہت اڑا شخص تھا۔

بڑے شخص سے کیا مطلب ہے؟ ایک صاحبِ رجاء و ثروت۔
یہی بڑا شخص ہو سکتا ہے، ایک عالی دماغ فلسفی یہی بڑا شخص
مالا جا سکتا ہے۔ ایک نازک خیال شاعر، ایک ماہر صنایع، ایک
عالیم متبحر، ایک کامل سیاست دان، یہ سب بڑے شخص ہو سکتے
ہیں۔ لیکن ہم جسے اڑا شخص مانتے اور سمجھتے ہیں وہ ہے جو
انہی الکار اور انہی زندگی سے دلوں میں ولولہ، دماغوں میں جلا اور
خیالات میں القلب پیدا کر دے۔ اور ان کے طرزِ فکر یہی کو نہیں

بلکہ ان کے دماغوں کی ساخت کو بھی بدل دے اور زندگی کا نہ
تصویر عطا کرے۔ قوم کو قاریبی سے تکال کر اجالے میں لے آئے
اور بھتی و خلافات کی راہ سے سوڑ کر اُسی راستے ہر لئے آئے جسے ۲۹
صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔

دنیا کے بڑے بڑے مصلحین، مفکرین اور الیا و اولیا نے یہی
کہا، اور خلیلِ خدا کی یہی خدمت اقبال نے اخراج دی۔

وہ بہت بڑا بت شکن یہی تھا۔ اس نے جمود و سکون کے بت
کو توڑا، فرنگی تہذیب کے بت کو توڑا، بوقانی، عجمی اور بندی
اور بوقانی توبہات اور خیالات باطلہ کے بت کو توڑا۔ بدھ حیرتِ الکبیر
القلاب اس نے اپنے حیات آفرین خیالات کی قوت سے برداشت کیا۔

خیال کی قوت دلیا میں سب سے بڑی قوت ہے۔ ایم ہم کی قوت
سے بھی زیادہ۔ ایک ایک خیال نے دلیا کے طبقِ اللہ دے ہیں، فوم
کی کالبا پلٹ دی ہے، ان میں نبی زندگی پیدا کر دی ہے۔ بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ مُردوں کو زندہ کر دہا ہے۔ یونگل نے خوب کہا
ہے اور اس قدر خوب کہا ہے کہ اس کی داد نہ دینا ظلم ہوگا۔ وہ
کہتا ہے : Even the thought of a criminal is more magnificent

than all the wonders in heavens
کے تمام عجائب ہے بھی زیادہ شان دار ہے تو ایک مفکر اعلیٰ کی
شان کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ ساری کائنات کو پلا سکتا ہے۔

اقبال کے کلام میں اپسے انقلابِ الکبیر اور حیات آفرین خیالات
جا بجا ملتے ہیں۔ اس کے کلام میں حکمت و پدایت کے بے بجا
جو اہمیت ہے ہونے ہیں جن سے ہر شخص اپنی افتاد طبع اور مزاج
کے موافق پدایت اور روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ میرے دل میں

اقبال کی جس بات کی بڑی قدر ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے عالی خیالات اور افکار بلند سے ہماری فوسمی زبان اردو کا مرتبہ امن قدر بلند کر دیا کہ اس سے پہلے اسے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ ہمیں اردو کا منون ہوا چاہیے کہ اس کے واسطے سے ہم نے اقبال کو پہچالا۔ اگر اقبال کسی مقامی زبان میں لکھتا تو کہا یہ غیر معمولی مقبولیت، یہ اثر، یہ جوش اور یہ بیداری یہاں ہو سکتی تھیں؟ اور گز نہیں۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ ہمیں پاکستان اور اس کے ساتھ زندگی کا لیا تصور اقبال نے دیا۔ لیکن اگر آپ گزشتہ اسی سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہو گا کہ اس کی ابتداء یہی، گو وہ کہیں ابھی خفیف ہو، اردو سے ہوئی۔ ۱۸۶۴ع میں بندوؤں نے اردو کو دلتلوں، عدالتلوں اور مدرسون سے خارج کرنے کی زبردست کوشش کی۔ صرسید نے اس کا مقابلہ کیا اور آخر دم تک اسی کی حادث میں صردانہ وار لڑتے رہے۔ وہ اپنی تعابی مروے کی روپورٹ میں لکھتے ہیں کہ میں تیس سال سے ملک کی خدمت کر رہا ہوں۔ میں نے کبھی بندو مسلمان کا امتیاز نہ کیا۔ لیکن جب بندوؤں نے اردو کی مخالفت کی اور ہر ایسی شے سے بیزاری کا اظہار کیا جس کا تعاقب اسلامی عہد سے ہے، تو مجھے یقین ہو گیا کہ ہم مل کر کام نہیں کر سکتے۔ اور میں نے اپنی کوششوں کا رخ مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم کی طرف بھیج دیا۔ اس وقت میں بندو مسلمان الک ہو گئے اور دو جدا قومیں بن گئیں۔

صرسید نے قوم اور قومیت کا مفہوم بدل دیا اور اس وقت یہ ہمارے دلوں میں ایک لیا تصور یہاں ہوا۔ ہمارے دلوں میں کوئی بات جو نہ اسوار سی تھی، سائنس کی طرح بھر رہی تھی، موجودہ سی

تھیں ، صاف نظر نہیں آئی تھی - اس میں شک نہیں ہم اپنے کلچر، اپنے مذہب اور اپنی زبان کے ہلانے کے لیے جد و جہد کرنے لگے تھے - لیکن وہ اصل ہات جو ان سب کی تھی میں تھی ، ہماری مسجد میں نہیں آئی تھی - اس کے مسجدیوں اور اظہار کی سعادت علامہ اقبال کے حسرے میں آئی اور اس کا اظہار اس نے اپسے مؤثر اور اور زور پرائی میں کیا کہ دلوں میں گھر کر گئی ، اور ہم نعمت اقبال کی بدولت آردو کے ذرعے سے بھیں نصیب ہوئی -

غرض آپ اگر واتھات کا مطالعہ اس نظریے سے کروں اور ان کی تھے تک پہنچنے کی کوشش کروں گے تو معلوم ہوگا کہ تصریح پاکستان کی بیان میں جس نے پہلی اینٹ دکھی وہ آردو تھی - اور اس خجال کی اشاعت و بروی مکھنے میں آردو نے جو بے نظیر کام کیا وہ کسی دوسری طرح نہیں رکھا تھا - اس نے پاکستان کے مبارک بیفام کو ملک کے کوئے کوئے اور گھوہ گھوڑوںجاہا جو کوئی دوسری زبان نہیں کر سکتی تھی - آردو کا پاکستان ہر بڑا حق ہے اور یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم نے حاف حاف الفاظ میں اعلان کیا کہ پاکستان کی زبان آردو ہوگی ، اور کوئی دوسری زبان نہیں ہو سکتی - اور جو اس بارے میں خلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ پاکستان کا صریح دشن ہے -

ہم نے اس کی کیا قدری ؟ اس کی تقدیراتی کی ایک لازمہ مثال ساتا ہوں کہ کل ابوان گورنر جنرل میں بزمِ اقبال کا جلسہ ہوا - یہ جلسہ آردو کے سب سے بڑے شاعر کی بادگار میں ہوا تھا اور تقریباً سب غیر زبانیوں میں ہوئیں - دوسری زبانیوں نے ابوان گورنر جنرل کی بزم میں باریابی کی عزت حاصل کی ، اور نہیں تھی تو آردو -

حضرات ا وہ زبان جو قرآن پاک اور آہان محققون کا ترجمہ
کو سکتی ہے، جو علم و فن کے موضوعات پر بحث کو سکتی ہے، جو
خالب، سرپید، حالی اور اقبال کے خجالات و جذبات کو ادا کر
سکتی ہے، کیا وہ دفتروں کی معمولی مسلوں نکے مطالب کو ادا نہیں
کر سکتی؟ جو اس سے انکار کرتا ہے وہ قومی زبان کی توبیع کرتا
ہے۔ یاد رکھئے اگر ہم نے اس کی قبول نہ کی اور اس کو وہ درجہ
نہ دیا جس کی وہ مستحق ہے تو پاکستان کے استحکام میں خلل
وافع ہو جائے گا اور پشتولستان، پنگلستان، سندھستان جیسے کئی
استان بن جائیں گے اور پاکستان لہوئی سے نہ ملے گا۔ اردو مثل
ایک شہزادے کے ہے جو صحیفہ "پاکستان کے متفرق اجزاء کو مستحکم
اور ان کو منتشر ہونے سے محفوظ رکھئے والا ہے۔ اس لیے آپ اس
جلسوں کے برخامت ہونے سے چلنے صدقِ دل سے یہ عہد کبھی کبھی
اس زبان کو ہم اپنی قومی، سرکاری، ادبی اور علمی زبان بنانا کر
دیں گے۔

خدا آپ کو اس کی توفیق دے اور آپ کی بنت میں برکت
عطای کریے۔

(قومی زبان، کراچی، یکم مئی ۱۹۵۰ع، ص ۶ - ۷)



۳۔ نظریہ

۱۲ اپریل ۱۹۵۲ع کو علامہ اقبال کی بوس کے موقع
بہر بابائے اردو نے ریلوے پاکستان سے مندرجہ ذیل نظریہ
نشر کی :

اُردو کی اشاعت و ترقی کے لیے جہاں اور تدبیریں کی تھیں ،
وہاں ۱۹۳۵ع میں میں نے ایک تجویزیہ بیش کی تھی کہ ہر صوبے
اور علاقے اور دیسی ریاستوں میں اُردو زبان کا جائزہ لیا جائے ۔ یعنی
اس قسم کی معلومات فراہم کی جائیں کہ وہاں اُردو بولنے والوں اور
لکھنے بڑھوں کی کیا تعداد ہے ؟ اُردو کی تعلیمی اور دفتری حیثیت
کیا ہے ؟ کون کون سے ادب اور شاعر ہوتے ہیں ؟ کس قسم کی
کتابیں اُردو میں لکھیں ہیں ؟ اُردو مطبوعوں اور اخباروں کی کیا حالت
ہے ؟ بول چال کی زبان کیسی ہے ؟ وغیرہ وغیرہ ۔ اس کا ایک
مقصد تو یہ تھا کہ ہمیں صحیح طور سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس
ہر عظیم میں اُردو کی کیا حیثیت ہے اور اس کا بھیلاو کہاں کہاں
تک ہے ۔ دوسرے جب ہر مقام کے حالات ہمارے حامنے ہوں گے تو
جہاں جیسی ضرورت ہوگی اس کے مطابق کام کا ڈول ڈالا جائے گا ۔
اس غرض سے میں لاہور یہی کیا اور اس تجویز ہر خور کرنے کے لیے
ایک مشاورتی مجلس قائم کی ۔ میں اور میرے ایک دو رفیق ڈاکٹر اقبال
مرحوم سے اہم ملنے گئے ۔ ۲۶ ملنے کے کھرے میں جا یہاں ۔

کھرے کی دیواریں سب خالی تھیں ۔ صرف ایک دیوار میں ایک جانب کولین و کشوریا کی تصویر لگی ہوئی تھی ۔ نہ معلوم کس نے لگا دی تھی ۔ ہمارے آنے کی اطلاع بر ذاکٹر صاحب فوراً تشریف لے آئے ۔ میں نے اپنی تجویز بیان کرنا شروع کی اور آخر میں کہا میں چاہتا ہوں سارے بندوستان میں اردو کی اشاعت کا جال پھیلادون ۔ سن کر فرمایا : ”صرف بندوستان میں؟“ یہ تین لفظوں کا انہائی عنصر جملہ بہت بُر معنی تھا ۔ یہ ایک حکیم شاعر کے دل کی آواز تھی ۔ بُر معنی وہ اردو کو صرف بوجعلیم ہاک و بند اپنی کی نہیں، سارے ایشیا کی معنوں زبان دیکھنا چاہئے تھے ۔

۱۹۳۶ع میں انہیں حیاتِ اسلام لاہور نے انہی سالانہ جلسے میں ”بُر اردو“ بھی رکھا تھا اور اس کی صدارت کے لمحے مجھے سے فرمائش کی تھی ۔ میں لاہور کیا تو علامہ اقبال مرحوم نے مجھے کہانے پر مددو کیا ۔ مرحوم دن بھی میں کھانا کھا لیتھے تھے، رات کو نہیں کھاتے تھے ۔ میرا معمول اس کے برعکس تھا ۔ دن میں نہیں کھاتا تھا، رات کو کھاتا تھا ۔ مرحوم نے میری خاطر اس روز دن بھی نہ کھایا اور شب کے وقت میرے ساتھ کھایا ۔ اس دعوت میں سولانا خفر علی خان اور چودھری بھٹھسین بھی شریک تھے ۔ کچھ ادھر آدھر کی ہاتوں کے بعد ذاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ”بُر“ چاہتے ہیں کہ آپ اس مضمون کا ایک بیان شائع کروں کہ ہم اردو دسمر خط کبھی نہیں چھوڑیں گے“ ۔ دوسرے صاحبوں نے بھی اس کی تائید کی ۔ میں سن کر چہ رہا ۔ ایسا معلوم ہوا کہ ان حضرات کو میرے متعلق کچھ شب ہے اور یہ الیشہ ہے کہ کہیں میں کالنگریس والوں سے اتفاق کر کے دیوناگری خط کی تالید نہ کر

یٹھوں - کیونکہ اس زمانے میں بندی والوں سے میری گفت و شنید بلکہ تنازعہ جاری تھا - میری خاموشی سے ان کا شبہ اور توی ہو گیا - جب یہ بات پھر چھڑی تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا مطلب سمجھو گیا - ہمارے حریف بڑے شاطر اور عیار یعنی - آپ ان سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں، نہ مقابلہ کرنا - میں ان کو خوب سمجھتا ہوں اور کوئی بات ایسی نہیں کرنا چاہتا جس میں چل میری طرف سے ہو اور قابلِ الزام نہ ہوں - آپ چند روز صبر کیجیے اور پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے - ہوگا وہی جو آپ کا منشا ہے مگر امن کا الزام ان کے سر رہے گا - میری یہ بات کہو ان کی سمجھے میں نہ آئی - شبہ پدستور باق ریا -

خدا کا کرنا کہ امن کے کچھ میں دن بعد ناگیور میں اکھل بھارتیہ سماں پر اشہد کا سالانہ جلسہ ہوا - میں اس کی مجلسیہ عاملہ کا دکن تھا - وہاں مجھے میں اور گاندھی جی میں زبان کے متعلق جو کتنکو ہونی امن میں قدرے گرمی پیدا ہو گئی تھی - اس بحث کو اب تاریخی حیثیت حاصل ہو گئی ہے - جب گاندھی جی نے ذرا جھنجھلا کر یہ کہا کہ "میں بندی نہیں چھوڑ سکتا۔ آردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے بھولانی۔ آپ اسے رکھیں چاہے نہ رکھیں۔" اس پر میں نے کہا: "جب آپ بندی نہیں چھوڑ سکتے تو ہم آردو کیوں چھوڑ دیں۔ ہم ان شاء اللہ اسے زندہ و فائم رکھیں گے اور کمال تک چھنگا کے چھوڑیں گے۔" اب علامہ اقبال میری مذکورہ بالا گفتکو کی تھے لکھ ہنچ -

اس زمانے میں اتحاد کا صدر مقام ریاست حیدر آباد دکن میں

لہا - وہ دور کالکریس کی قوت اور عروج کا تھا - ہر صوبے میں کالکریس کی حکومت تھی اور میں ان سے اور بندی کے بڑے بڑے سماں میں آردو کے معاملے میں لڑنا جھکڑنا پڑتا تھا - اس وجہ سے بندی والے اور ان کے اخبار ریاست کو بدنام کرتے تھے - اس لئے میں نے الجمن کا مستقر بدلنا مناسب سمجھا - تبدیل مقام اور آئندہ نظام عمل کے بصلے کے لئے میں نے ابک کل بند آردو کالفرنس کی قبویزگی - اس کا ذکر میں نے ابک خط میں علامہ اقبال سے ہی کیا - الہون نے لکھا کہ "پہلے سے اجھا ہوں مگر انسوس ابھی سفر کے لائق نہیں - ہر حال اگر آردو کالفرنس کی تاریخون تک میں سفر کے قابل ہو گیا تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا - لیکن اگر حاضر نہ ہو سکا تو یقین جائز کہ ان اہم معاملے میں کلبہ آپ کے ساتھ ہوں - اگرچہ میں آردو زبان کی بھیشت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا ، تاہم میری لسان عصیت دہی عصیت سے کسی طرح کم نہیں ہے - " اس کالفرنس کا اجلاس علی گڑھ ہونی ورزشی میں ہوا فرار ہا یا - اس میں ہر صوبے کے اکابر شریک ہوتے - علامہ اقبال نے میری دعوت کے جواب میں لکھا :

"میں علی گڑھ حاضر ہونے کا مقصتم ارادہ رکھتا تھا ،
مگر انسوس کہ کمر کے درد سے ابھی تک افاق نہیں ہوا -
آپ کی تحریک اس قریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی
ابتداء مر سید رحمد اللہ علیہ نے کی تھی - "

کاش اقبال اس وقت زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ پاکستان میں آردو کا کیا مقام ہے -

(قومی زبان ، کراچی ، یکم مئی ۱۹۵۳ع ، ص ۶)

۱۰۔ تصانیفِ هوائی عبدالحق

- ۱۔ اردو بحثیتِ ذریعہ، تعلیم سائنس (تصنیف) -
- ۲۔ اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ (اردو) -
- ۳۔ اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ (انگریزی) -
- ۴۔ اردو صرف و غیرہ -
- ۵۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں حروفیہ کرام کا کام -
- ۶۔ التخابِ داغ (ترتیب) -
- ۷۔ التخابِ کلامِ میر (ترتیب) -
- ۸۔ الجمیں ترق اردو کا الحیہ -
- ۹۔ دی اسٹینڈرڈ الکشن اردو ڈکشنری (ترتیب) -
- ۱۰۔ باع و بھار (ترتیب) -
- ۱۱۔ پاکستان میں اردو کا الحیہ -
- ۱۲۔ تذکرہ ریختہ گویاں (ترتیب) -
- ۱۳۔ تذکرہ غزنی شعرا (ترتیب) -
- ۱۴۔ مخزنِ نکات (ترتیب) -
- ۱۵۔ کشنہ بند (ترتیب) -
- ۱۶۔ نکات الشعرا (ترتیب) -
- ۱۷۔ جمنستانِ شعرا (ترتیب) -
- ۱۸۔ چند ہم عصر -

- ۱۹- مشوی خواب و خیال (ترتیب) -
- ۲۰- خطبات عبد الحق -
- ۲۱- دریائے لطافت (ترتیب) -
- ۲۲- ذکر میر (ترتیب) -
- ۲۳- سب رس (ترتیب) -
- ۲۴- سر سید احمد خان - حالات و افکار -
- ۲۵- قطب مشتری (ترتیب) -
- ۲۶- قدیم آردو -
- ۲۷- کلشن عشق (ترتیب) -
- ۲۸- تذکرہ کل عجائب (ترتیب) -
- ۲۹- ص حوم دہلی کالج -
- ۳۰- ص رہی زبان ہو فارسی کا اثر -
- ۳۱- ملک الشعرا بیجاپور ، نصرق -
- ۳۲- تذکرہ ہندی (ترتیب) -
- ۳۳- تذکرہ ریاض الفصحا (ترتیب) -
- ۳۴- تذکرہ عقد ثربا (ترتیب) -
- ۳۵- مشتملات عبد الحق -
- ۳۶- تیصرات عبد الحق -
- ۳۷- تنبیفات عبد الحق -
- ۳۸- لفت کبیر آردو (زیر طبع) -
- ۳۹- مکتوبات عبد الحق ، صتبہ جلیل قدوaci -
- ۴۰- مکتوبات بابائے آردو ، صتبہ حکیم امامی -
- ۴۱- آردوئے مخفی (خطوط) ، صتبہ سید باشی فرید آبادی -

- ٢٢- یہوں کے خطوط (دو جلد) -
- ٢٣- العالم الاسلامی (شائع شدہ در "دکن روپو" حیدرآباد دکن بالاًقساط) -
- ٢٤- خطوط عبدالحق ، مرتبتہ اکبر الدین صدیقی -
- ٢٥- انکار عبدالحق ، مرتبتہ آمنہ صدیقی -
- ٢٦- مختلف وسائل میں شائع شدہ مخامین جو کتابی شکل میں شائع ہیں ہوتے - یہ مخامین تعداد میں پھرنس سے زیادہ ہیں -

* * *

۵۔ سہ ماہی 'اردو' میں اقبال کے بارے میں جو مضمون شائع ہوئے

(زیر ادارت مولوی عبدالحق)

- ۱۔ اقبال اور خوشحال خان ، از پرولیسٹ لذیلر مرتضیٰ برلاس ، جولائی ۱۹۵۶ع -
- ۲۔ اقبال کا تصور زمان ، از سید بشیر الدین ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۳۔ اقبال کی بعض نظموں کا ابتدائی متن ، از جلیل قدوائی ، اکتوبر ۱۹۵۲ع -
- ۴۔ روسی ، لطھے اور اقبال ، از ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۵۔ اقبال اور اس کے لکھنے چیز ، از آلِ احمد سرور ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۶۔ اقبال کے خطوط ، از آلِ احمد سرور ، جنوری ۱۹۳۶ع -
- ۷۔ قطعات تاریخ وفات اقبال ، از حکیم ظہیر الدین احمد تریشی دہلوی ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۸۔ اقبال کا تصور خودی ، از ڈاکٹر عابد حسین ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۹۔ اقبال کی شخصیت اور پیغام ، از ڈاکٹر قاضی عبد الحمید ،

- اکتوبر ۱۹۳۸ع -
 ۱۰۔ شاعر - اقبال کی نظر میں ، از شیخ عبداللطیف صدیقی ،
 اکتوبر ۱۹۳۲ع -
 ۱۱۔ اقبال کی نظرت لکاری ، از ڈاکٹر سید عبدالله ، جولائی
 ۱۹۵۱ع -
 ۱۲۔ اقبال کے عبوب فارسی شاعر ، از ڈاکٹر سید عبدالله ،
 جولائی ۱۹۳۶ع -
 ۱۳۔ اقبال کا ذہنی ارتقا ، از ابوظفر عبد الواحد ، اکتوبر
 ۱۹۳۸ع -
 ۱۴۔ اقبال اور ارتقا می خلائق ، از عزیز احمد ، جولائی ۱۹۵۰ع -
 ۱۵۔ اقبال کا نظریہ نن (۱) ، از عزیز احمد ، جولائی ۱۹۳۹ع -
 ۱۶۔ اقبال کا نظریہ نن (۲) ، از عزیز احمد ، اکتوبر ۱۹۳۹ع -
 ۱۷۔ اقبال — ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے ، از خواجہ
 شلام السیدین ، چنوری ۱۹۳۲ع -
 ۱۸۔ علم الاقتصاد ، اقبال کا پہلا علمی کارنامہ ، از مشتق خواجہ ،
 جولائی ، اکتوبر ۱۹۶۰ع -
 ۱۹۔ اقبال کا نظریہ خودی ، از سید ڈوالفار علی نسیم رضوی ،
 اکتوبر ۱۹۳۰ع -
 ۲۰۔ علماء اقبال کی آخری علالت ، از سید نذیر نیازی ،
 اکتوبر ۱۹۳۸ع -
 ۲۱۔ تاریخ وفات سر پھد اقبال ، سید باشی فرید آبادی ، اکتوبر
 ۱۹۳۸ع -

- ۲۲۔ اقبال اور آرٹ ، از ڈاکٹر یوسف حسین خان ، اکتوبر
۱۹۳۸ع -
- ۲۳۔ موت اور حیات—اقبال کے کلام میں ، از ڈاکٹر رضی الدین
صدیق ، اکتوبر ۱۹۳۰ع -
- ۲۴۔ سر پیدہ اقبال ، از سر ڈینسن راس ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۲۵۔ اقبال (لطم) ، از پنٹت چالند لراٹن وینا ، اکتوبر ۱۹۳۸ع -
- ۲۶۔ کلام اقبال کی زبان ، از زمہریہ ، جولائی ۱۹۵۸ع -

☆ ☆ ☆

۶۔ اقبال کی کتب اور اقبال متعلق کتابوں پر تبصرے
جو سہ ماہی 'اردو' میں شائع ہوئے

(زیر ادارت مولوی عبدالحق)

- ۱۔ بانگِ درا (اقبال) ، اکتوبر ۱۹۲۳ع -
- ۲۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ عبدالرزاق) ، جنوری ۶ ۱۹۲۶ع -
- ۳۔ اقبال (احمد دین) ، اکتوبر ۱۹۲۶ع -
- ۴۔ جوابِ شکوه (اقبال) ، اکتوبر ۱۹۲۸ع -
- ۵۔ نیرنگِ خیال کا اقبال تھر ، جنوری ۳ ۱۹۳۳ع -
- ۶۔ خربِ کلیم (اقبال) ، اکتوبر ۱۹۳۶ع -
- ۷۔ فلسفہِ عجم (اقبال) ، جنوری ۷ ۱۹۳۷ع -
- ۸۔ علی گڑھ میکریں (اقبال تھر) ، جولائی ۱۹۳۸ع -
- ۹۔ سب رس (اقبال تھر) ، جولائی ۱۹۳۸ع -
- ۱۰۔ اقبال اور اس کا پیغام ، اپریل ۱۹۳۹ع -
- ۱۱۔ جوہرِ اقبال ، اپریل ۱۹۳۹ع -
- ۱۲۔ سیرتِ اقبال (مہد طاہر فاروق) ، اکتوبر ۱۹۳۹ع -
- ۱۳۔ روحِ اقبال (ڈاکٹر یوسف حسین خان) ، جولائی ۲ ۱۹۴۲ع -
- ۱۴۔ اقبال - اس کی شاعری اور پیغام ، جنوری ۷ ۱۹۴۲ع -
- ۱۵۔ مقالاتِ یومِ اقبال ، جنوری ۱۹۴۲ع -
- ۱۶۔ پیغامِ حق (اقبال تھر) جنوری ۷ ۱۹۴۲ع -

- ۱۷- اقبال نامہ (مرتبہ شیع عطاء اللہ) ، اکتوبر ۱۹۵۱ع -
- ۱۸- ترجمان اسرار ، جولائی ۱۹۵۲ع -
- ۱۹- شرح بانگ درا ، جولائی ۱۹۵۲ع -
- ۲۰- شرح بال جبریل ، جولائی ۱۹۵۲ع -
- ۲۱- شرح ضریب کلیم ، جولائی ۱۹۵۲ع -
- ۲۲- اقبالیات کا تنقیدی جائزہ (قاضی احمد میان اختر جونا گڑھی) ، جولائی ۱۹۵۵ع -
- ۲۳- ذکر اقبال (عبدالمجید سالک) ، اپریل ۱۹۵۶ع -



۔ رو داد آل انڈیا اردو کانفرنس

(منقول از کانفرنس گرٹ، علی گڑھ)

‘کانفرنس گرٹ’ کے پہلوی بوجے میں ہم نے اردو کانفرنس کے اجلاس کی اطلاع شائع کی تھی جو علی گڑھ میں منعقد ہونے والا تھا۔ چنانچہ یہ اجلاس ۲۶، ۲۵ اکتوبر، ۱۹۳۶ع کی سہ پہر کو زیر صدارت جناب راجا صاحب محمود آباد بالقابہ منعقد ہوا۔

اسن جلسہ شوریٰ یا اردو کانفرنس کا دعوت نامہ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے سکریٹری الجمن ترق اردو اور انک آباد دکن کی طرف سے جاری ہوا تھا اور علی گڑھ میں صاحبِ موصوف کی طرف سے مولوی رشید احمد صاحب حدبیق ایم۔ اے بروفسر مسلم بولیورشی جلسے کے اہتمام و النظام کے لئے مامور تھی۔

دعوت نامہ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ :

”یہ کانفرنس کوئی ہام مجمع نہ ہوگا بلکہ صرف اسے منتخب اصحاب کو زحمت دی گئی ہے جو زبان کے معاملے میں خاص بصیرت اور تفہیہ و کفہی ہیں اور انہیں اپنے موبے کے کامبندے ہو سکتے ہیں، تاکہ اس تجویز کے اہ پہلو اہ طبقہ کے ساتھ خور و بخت ہو سکے۔“

اسی بنا پر سکریٹری صاحب ”الجمن ترق اردو“ نے اس کانفرنس کے متعلق کوئی عام اعلان نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مختلف مقامات سے

صرف وہی اصحاب شریک ہوئے جن کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ مہماںوں کے قیام کا انتظام "اولڈ ہوانز لاج" اور "سلطان جہان منزل" کی عمارت میں کیا گیا تھا۔ ایز صدر دفتر کانفرنس، سلطان جہان منزل، کے احاطے میں متعدد خیمے بھی مہماںوں کے لیے نصب کیے گئے تھے۔ آل اللہٰ مسلم ایچوکیشنل کانفرنس کا ہوا عہد اجلاس کے اہتمام میں مصروف و منہج کیا تھا۔ اجلاس کے لیے کانفرنس کا خوب صورت و نفوس بال تجویز کیا گیا تھا، جس کا شمار علی گڑھ کی جوڑیں عمارتوں میں سے ہے۔ مید الطاف علی صاحب پی۔ ایسے بیل استھن دفتر کانفرنس نے اجلاس سے ایک شب پہلے یہ بال نہایت عہدہ طریقے سے مرتب کرا دیا تھا۔

صدر اجلاس جناب راجا صاحب محمود آباد بالقابہ رات ہی کو تشریف لی آئے اور جناب نواب صاحب چہناری کی کوئلی ہر قیام فرمایا۔ ۳ بجھے مہہ پھر کے بعد راجا صاحب جلسہ کا میں تشریف لائے، دروازے پر معزز اصحاب نے استقبال کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر خیاء الدین احمد صاحب پی ایچ۔ ذی، ایم۔ ایل۔ ایس۔ والس چالسلر مسلم یونیورسٹی نے جناب راجا صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں علیل ہوں اور میرے معالج کی سخت تاکید ہے کہ میں ہاہو نہ لکھوں اور اس نسم کے جلسوں میں شرکت نہ کروں، مگر اس موقع کی اہمیت کی وجہ سے میری طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس جلسے میں شرکت نہ کروں۔ اس لیے میں نے اپنے معالج کی خلاف ورزی کی اور ہاں حاضر ہوا تاکہ آپ کو یقین دلاؤں کہ نہ صرف میں بلکہ یونیورسٹی کے تمام اساتذہ اور عہدہ دار اس تحریک سے ہوئی دلچسپی رکھتے ہیں۔

اس موقع کے لمحے بھیتِ صدو استقبالہ میں نے جو خطبہ لکھا
تھا اس کے پڑھنے سے مغلور ہوں۔ اب میں جنگ نواب صدر
یا جنگ بہادر سے درخواست کروں گا کہ وہ والیں چانسلر کے قائم مقام
بو کر پہ خطبہ آپ کو سنائیں۔

اس خصوصی تحریر کے بعد ڈاکٹر صاحب الہی علالت اور نالوف
کی وجہ سے تشریف لے کئے اور نواب صدر یا جنگ بہادر نے مددوح
کا ختصہ و پُر مفز خطبہ حاضرین کو بڑھ کر سنایا۔ خطبے کے آغاز
میں ڈاکٹر صاحب نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف سے راجا
صاحب اور جملہ میاںوں کا خبر مقدم کیا تھا۔ اس کے بعد یہ بتایا
کہ کسی درسگاہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ
تنک انظری سے ہاک ہو۔ یہر اس سلسلے میں آپ نے اس یہ اظہار
اطمینان کیا کہ ہم سب آردو کی ترقی کے لئے جمع ہونے ہیں، جس
نے بندوں مسلمانوں کی صدیوں کی مشترکہ کوشش سے ترقی کی ہے۔
زبان قوم کی ذاتی ترقی کا خزانہ ہے اور اس کی خلافت ہر معنی
بندوستان کا لارض ہے۔ آپ نے اس یہ اظہار افسوس کیا کہ لوگ اس
محتاج فوسمی کو ہرباد کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے آردو کے متعلق سو سید کے کارناموں کا
ذکر کرتے ہوئے ہدایا کہ الہوں نے سادہ لئر کی بیاناد رکھی اور
علی گڑھ میں مرحوم کا سب سے بہلا کارنامہ "سانشیک سوسائٹی" کا
قائم کرنا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف علوم کی کتابیں آردو میں
ترجمہ کی جائیں۔ آپ نے بتایا کہ اس کام میں سرمدی کے دوست
راجہ حی کشن داس بھی شریک تھے۔ آپ نے صراحت کے ماتھے
یہ بھی بتایا کہ آردو کی ترقی کے لمحے کوشش کرنا کوفہ مرفہ وارانہ

خوبیک نہیں ہے ، اس کو تمام ملک میں راجح ہونا چاہیے ۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ راجا صاحب محمود آباد ایک بڑے باب کے بیٹے میں اور اس تحریک میں آپ کی شرکت ایک نیک فعال ہے ۔

خطبے کے بعد جناب راجا صاحب مدارت کی کرسی پر تشریف لائے اور اس منصبِ جلیل کے عطا کیجئے جانے پر شکریہ ادا کیا ۔ اس کے بعد صدارت کی طرف سے مشہور انسانہ نگار منشی برم چند اور مولوی نورالحسن صاحب نیری کی رحلت پر اظہار ملال کا ریزولوشن پیش ہوا جو حاضرین نے احتراماً ایستادہ ہو کر پاس کیا ۔

اس کے بعد جناب صدر نے اپنا خطبہ ، جو ملبیں و شستہ آردو میں تھا ، بلند آواز اور خطبائیہ انداز میں پڑھ کر سنایا جو حاضرین نے ہوری توجہ سے سننا اور خاص خاص فضول پر صدارتے تحسین سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ۔

راجا صاحب نے خطبے کے آغاز میں اس امر پر اظہار مسترت کیا کہ اس جلسے میں ہر مذہب و ملت کے اصحاب دوش بدوسٹ موجود ہیں ۔ اسیک جمیتی کی جس قدر فخر کی جائے کم ہے ۔ اس کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ آردو کا ادب بندوستان کی مختلف قوموں کی متعدد کوشش کا نتھ ہے ۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں مثلاً پہلی وتن ناتھ سرشار اور جناب کیفی دہلوی وغیرہ کی آن خدمات کی طرف اشارہ کیا جو ان صاحبوں نے آردو ادب کے متعلق اخیام دی ہیں ۔ آپ نے اس سلسلے میں یہ بتایا کہ کسی اوم کا اندازہ اس کے ادب کی خوبی و مقدار سے ہوئی کیا جاتا ہے ۔ مگر آردو کی کس پہنچی کی یہ حالت ہے کہ اگرچہ اس زبان کی خدمت کرنے والی ایسی بحثیان میں کہ دوسری زبان ان پر فخر و ناز کرتی ، مگر ہمارے ہاں یہ حالت

ہے کہ میر و سودا کی تصنیفات لکھ نہایت غلط اور بڑی چیزیں ہیں ۔ اس کے بعد آپ نے زبان کے متعلق سریعہ کی خدمات کا ذکر کرنے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے آردو کے ہونے کو سنجھ سنجھ کر بڑھایا اور شاداب کیا ۔ یہاں اس سلسلے میں آپ نے الجمن ترقی آردو اور اس کے سکریٹری مولوی عبدالحق حاجب کی خدمات کا تذکرہ کرنے ہوئے فرمایا کہ الجمن نے ہرانگ کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر حاصل کیں اور چھاپیں ۔ اس کے علاوہ الجمن دو نہایت عمدہ رسالے شائع کرتی ہے ، لیکن باوجود ان قابل قدر کارناسوں کے ابھی یہ ضرورت ہے کہ عام دل چیپی کی کتابیں جہاںی کی خوب صورتی اور صحت و صفائی کے ساتھ چھاپی جائیں جس کے لئے ایک مستقل چھاپہ خانے اور اشاعت خانے کی ضرورت ہے ۔

ایک زمانہ تھا کہ ان سنگی مطبوعوں نے کام دیا اور خوب کام دیا مگر اب اسے خوش لوپیں نہیں ہیں ۔ روز بروز ان خطاطی کا تنزل ہوا جاتا ہے ۔ آج کل کی خطاطی کے کونے بعض دفعہ ریل اور میونسپلی کے اعلانوں میں نظر آ جاتے ہیں ۔ آرٹ سکولوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے کہ یہ فنِ زندہ وہی ہے ۔ مستعلق ثائب ڈھالنے کی جو کوششیں ہوں یہ ناکام باب رہیں ۔ ثائب کی ضرورت سے حرثوں کی شکلیں کم و بیش بدلتی بڑی ہیں جس کو عام لوگ ہستد نہیں کر سکتے ۔ مستعلق ثائب بنانے کے لئے اچھے خطاط حاصل کیے جائیں اور کارا مرد ثائب بنانا ۔ اس کے بعد وسیع پھانے ہر اشاعت خالہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے ۔ یہ سب کام محنت اور روپیہ چاہیے ہیں ۔ ہماری قوم میں نہ محنت کرنے والوں کی کمی ہے اور نہ روپیہ کی ، صرف اتحاد و التفات اور مستقل مراجی کی ضرورت ہے ۔

اس کے بعد آپ نے پنجاب کا ذکر کیا کہ وہ کس قدر خدمت
گردوزیان کی کر رہا ہے۔ آردو کے جتنے اخبار اور رسائل پنجاب سے
شائع ہوتے ہیں، دوسرے صوبوں سے شائع نہیں ہوتے۔
پنجاب کی خدمات کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے بتایا کہ
آردو بندوستان کے مختلف صوبوں میں راجح ہے اور اسے کم سے کم
۱۰٪ کڑاور آدمی اولئے ہیں۔ اس کو اور زیادہ وسعت دینے کی ضرورت
ہے۔ لیکن بعض مصنف سلاسلِ عبارت کے معنی فلسطینی سمجھتے ہوتے
ہیں۔ وہ کتابوں اور رسائلوں کی زبان میں اس قدر تکلف بردا کرتے ہیں
کہ لفظوں کی زیادتی اور معنوں کی کمی وہ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے
بھی اور عورتیں کم لطف انہا سکتے ہیں۔ اس لمحے ضرورت ہے کہ
سہل آردو کے گھونے شائع کیسے جائیں۔

آخر میں جانبِ صدر نے ہزارگزالہ بائیں اعلیٰ حضرت نظام
کا شکریہ ادا کیا کہ حضور مددوہ نے جامعہ عثیاہ قائم کی جو آردو
زبان میں ہر قسم کے علوم کی تعلم دینی ہے اور دارالترجمہ قائم کیا
جہاں جملہ علوم و فنون کی کتابیں آردو میں ترجمہ کی جاتی ہیں۔ یہ
ایسا احسان ہے کہ جس کے شکریے سے ہم عہدہ ادا نہیں ہو سکتے۔
خطبے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری الجمن ترق
آردو نے الجمن کے متعلق ایک مختصر رایوث بڑھی جس میں سب سے
پہلے راجا صاحب اور حاضرین کا ان کی تشریف آوری ہو شکریہ ادا
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر الیکشن کے سودے کی گرم بازاری لہ
ہوں تو اور اسی صورتیں یہاں نظر آئیں جن کے ہم متوقع
تھے۔ اس کے بعد آپ نے اس کانفرنس کا ذکر کرنے ہوئے کہا کہ
ابھی یہ کانفرنس ہونے ہوئی نہیں باقی تھی کہ لوگوں نے طرح طرح

کے بدگانیاں اس کے متعلق کہیں حالاتکہ ہمارا کسی سے لڑائی جھکڑا نہیں ہے اور نہ ہم کسی سے جھکڑا چاہتے ہیں ۔ الجمن ترق آردو کسی خاص فرقے کی الجمن نہیں ہے ۔ مسلمان، بندو اور عہدی سب اس میں شریک ہو سکتے ہیں ۔ ہر صوبے کی زبان کو ترق کا حق حاصل ہے لیکن کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی زبان کو مفترضہ پہنچانے کی کوشش کرے ۔ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ۔ جو اسے ہوتا ہے اُسی کی زبان ہے ۔ آردو با بندوستانی کا خیر صلح کل کے جامن سے ہتا ہے ۔

اس کے بعد آپ نے الجمن کی کارگزاری کا ذکر کیا کہ اس نے کس قدر انقلاب پیدا کیا اور آردو کی کس قدر مفید و نایاب کتابیں تالیف یا ترجمہ کرائیں جن کی تعداد ۹۵ تک پہنچ چکی ہے ۔ اس کے علاوہ آردو انگریزی لفت کی ترتیب و تدوین کا کام الجمن کرو رہی ہے ۔ لیکن ملک کی بڑھنی ہوئی ضروریات کے لمحے یہ کام کافی نہیں ۔ علم و حکمت اور ادب کی دنیا بدل چکی ہے ۔ اب عام معلومات کی کتابیں کثرت سے شائع کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس کے علاوہ اشاعتِ زبان کا کام بھی کرنا ہے ۔

اسی سلسلے میں آپ نے یہ ضرورت ظاہر کی کہ تمام علمی و ادبی اداروں کو ایک سلسلے میں منلک ہونا چاہیے ۔ آپ نے بتایا کہ آردو کی ترق و اشاعت کا کام کرنے کے لیے معنوں و کامل سرمائی کی ضرورت ہے ۔ اب لال مثول کا وقت نہیں ۔ بہت کچھ وقت گزر گیا ہے ۔ یا تو ہمیں کام کرنا چاہیے لا یہاں پہنچنے کے لیے دستبردار ہو جانا چاہیے ۔ آردو زبان کا تصور نہیں ہے ۔ اب تک ہم نے خلفت اوری ہے ۔ اگر آئندہ بھی بھی حالت رہی تو زبان کا باقی رہنا

بھی مشکل ہے۔

اس کے بعد آپ نے اس کانفرنس کا مقصد بیان کرنے پر
فرمایا کہ آج کل ہماری مجلسیں بزمِ مشاغلہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔
قصیدہ خوانی ہونی ہے، اہماری نہ کم ریزولوشن بیش کئی جانے
ہیں، سہان میزبانوں کا شکریہ ادا کرنے ہیں اور میزبان میزانوں کا۔
حسبِ ضرورت بالہ الہا کر تالید کی جاتی ہے۔ ۲۴م لوگ بالطبع
بنگادہ بستند واقع ہوتے ہیں۔ ۲۵م بہت سے ریزولوشن سن چکے ہیں۔
اب نہ طلاقتِ لسان کی ضرورت ہے، نہ ووٹ فہاری کی۔ ایک آدھ کام
کی بات یہی ہوئی چاہیے۔ اب یہ معمولی سلسہ نہیں رہا بلکہ روزبروز
یہ جیدہ ہوتا جاتا ہے اس لمحے اسے سرسری نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس پر خور
کرنا چاہیے اور یہ سمجھہ کر خور کرنا چاہیے کہ اس پر عمل کرلا ہے۔
آپ نے سلسہ "تقریر میں یہ بھی ظاہر کیا کہ جو تجویزیں جان
بیش ہوں گی، وہ سب منقصہ ہوں گی۔ اگر کسی تجویز پر سب متفق
نہیں ہوں گے تو سمجھہ لینا چاہیے کہ وہ غیر ضروری ہے۔ زبان
کا بنالا بکارنا پاڑے بالہ ہیں ہے۔ تجویزیں بیش کرنا آسان ہے اور
عمل مشکل۔ جب کوئی تجویز منظور ہو تو اس کے متعلق جدوجہد
ہیں دریغ نہ کرنا چاہیے۔

اب یہ بات کہ کیا ہو اور کیوں کر ہو، اس کا فیصلہ آپ کے
بالہ ہیں ہے۔

ربورٹ ختم کرنے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے ان
اصحاب کے چند پیغامات سنائے جو کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکے
مثلاً ہزارکیلینس سہارا جہ کشن پرشاد صدر اعظم ہاں حکومت
کا پیغام جس میں آپ نے عدمِ شرکت پر انسوس کرتے ہوئے یہ

لکھا تھا کہ اردو زبان پندو مسلم اتحاد کی یادگار ہے۔ جس قدر اس کو فروغ ہوگا اتحاد بڑھے کا۔

اسی طرح سرچنہ اقبال، سرتیج بہادر سپر و اور سندر لال وزیر
کے پیغمات منانے کئے۔ اس کے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے
حاضرین سے خطاب کرنے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی عرض کیا
ہے کہ یہ کانفرنس خالص کام کی ہے۔ اس میں عملی تجویزیں بخش کی
جائیں گی۔ بڑے مجمع میں کام کم ہوتا ہے اس لیے یہ طے کیا گیا ہے
کہ ان تجویزیں ہو غور کرنے کے لیے مختلف کمیٹیاں بنائی جائیں اور ان
میں اپسے لوگ شریک ہوں جن کو آردو سے منعلق خاص دل چسپی
اور اس کام کا تجربہ ہے۔ اس مقصد کے لیے کل خصوص اصحاب کا
ایک جلسہ سازی آئے جیسے ایک بھی تک ہوگا جس میں مختلف
کمیٹیاں بنائی جائیں گی۔ مثلاً ایک کمیٹی "اصلاح زبان" کے
متعلق ہو گی، ایک "ادی کمیٹی" ہو گی، ایک کمیٹی طبع و اشاعت
کے متعلق مشورہ دینے کی ہو گی۔ لہذا ہمیں اجازت دی جانے کہ
کل ہم ان کمیٹیوں کا العقاد ایک مقام پر کریں۔ اور ہورے طور پر
بحث و غور کرنے کے بعد ان کمیٹیوں کے واسطے نام تجویز کریں۔
اس کے بعد کل کے اجلاس میں ان کمیٹیوں کے ترقی کی گیت،
تجاویز اور ان کے ممبروں کے نام آپ کے سامنے منظوری کے لیے
پیش کریں گے۔ اس کے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے مختلف
کمیٹیوں کی تعری کے لیے جند ناموں کا اعلان کیا جو سرسری طور
پر تجویز کر لیے کئے تھے، اور ان سے درخواست کی کہ وہ کل سازی
انہ بھی صحیح مشورے کے لیے اولاد بواتر لاج میں جمع ہو جائیں۔
اس کارروائی کے بعد سب کے آخر میں جناب راجا صاحب

محمود آباد نے اعلان کیا کہ میں کل ۲۵ اکتوبر کے اجلاس کے لیے
نواب مہدی یاو جنگ ہادر صدر المهام میامیات حیدر آباد دکن کا
نام تجویز کرتا ہوں۔ اس اعلان کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔

اجلاس کے بعد سب سہان مع راجا صاحب محمود آباد آئے
پرستکاف فی ہارٹی میں شریک ہونے جو سلطان جہان منزل کے "چین"
میں انہیں اردو نے معلی (سلم ہولیور می) کی طرف سے دی گئی تھی۔
ہارٹی کا انتظام نہایت خوبی و خوش اسلوبی اور سلیقے سے کیا گیا تھا۔
اکل و شرب کا سلسلہ نماز مغرب کے قریب تک جاری رہا۔ اس کے بعد
اکثر مہانوں نے کالج کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی اور نماز کے
بعد "حامد یوں ہال" میں تشریف لئے گئے جہاں پہنچت برج سوہن
دلتاریہ کیفی نے آردو زبان کے متعلق اپنا ایک پرمغز مقالہ پڑھا
جس کا عنوان تھا "آردو ہاری زبان"۔ یہ مقالہ دل چسبی سے سنا گیا۔
اس کے بعد سریہ ہال کی طرف سے "الشريحی ہال" میں ڈنر دیا گیا،
جس میں جملہ سہان شریک تھے۔ ڈنر کے بعد ۶۰۰۔ اکتوبر کا پروگرام
ختم ہوا۔

آردو کانفرنس کا اجلاس نمبر ۲

کانفرنس گزوٹ کے پھیلے لمحے میں ہم آردو کانفرنس کے پھیلے
روز کے حالات شائع کر چکے ہیں۔ دوسرے روز ۹ بجے صبح کو
خصوص اصحاب کا ایک جلسہ "اولڈ یوالز لاج" میں منعقد ہوا تاکہ
جو غنف کمیٹیاں تجویز کی گئی ہیں ان کے لئے ہمیرون کا منتخب
کیا جائے، لیز دوسرے ضروری امور ملے کئے جائیں۔ یہ جلسہ
زیر صدارت ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی منعقد ہوا اور کافی بحث

کے بعد مختلف کمیٹیاں اور ان کے میعروں کے نام تجویز کئے گئے ۔
بہ کمیٹیاں حسب ذیل تھیں : (۱) اصلاح زبان کی کمیٹی (۲)
ادبی کمیٹی (۳) اشاعت خانے کی کمیٹی ۔

اصلاحی کمیٹی کا یہ مقصد قرار دیا گیا کہ وہ زبان کے اختلال
مسئلے کے متعلق ملک کے سربراہ اور دیوبنی اور شاعروں کی رائی
حاصل کر کے ان را بون کی بنا پر کوئی فیصلہ صادق کرے اور ان
کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرے ۔ لیز یہ کہ ان تمام تجویزوں
پر غور کرے اور ان کا فیصلہ صادق کرے جو آردو رسم الخط ہے
تعلیٰ رکھتی ہوں ، اور آردو کی طریقہ طباعت پر بھی غور کرے ،
یعنی رسم الخط کی اصلاح اور طباعت کی سہولت کے وسائل
بہ پہنچانے ۔

- یہ بھی طے ہا یا کہ [ادبی] کمیٹی کو اختیار ہو گا کہ وہ دس ناموں
کا اور اخوانہ کرے ۔ اس کمیٹی کے حسب ذیل مقاصد قرار دے گئے :
- ۱- ادبی و علمی کتابیں اور رسالے شائع کرنا ۔
- ۲- مناسب کتابوں کے ترجیعی کے لیے یا تالیف و تصنیف
کے لیے منتخب اور اس کے لیے مؤلفین و مصنفوں
تجویز کرنا ۔
- ۳- ضروری مسائل پر کتابیں اور رسالے لکھوانا ۔
- ۴- اشاعت کے لیے کم یا بیک کتابیں منتخب کرنا ۔

مندرجہ بالا مقاصد جو غور و بحث کے بعد طے ہائے ، ہم نے
اجالاً عرض کر دیے ہیں ۔ اس کے بعد اشاعت خانے کی کمیٹی کے
لیے نام تجویز کئے گئے ۔ یہ کمیٹی عارضی ہو گی ، اس کا کام یہ ہو گا
کہ وہ "آردو اشاعت خالہ" کے متعلق ایک اسکم تیار کرے تاکہ

کتابیں قباقی اصول ہر عملہ طبقے سے شالع ہو سکیں ۔

مندرجہ بالا کتبیوں کے بہر منصب ہو جانے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب سیکرٹری الجمن ترق آردو نے یہ تجویز بیش کی کہ الجمن کا مستقر کسی مرکزی مقام ہر ہو اور وہاں اس کے دفتر ، کتب خانے اور دارالاثناعت وغیرہ کے لیے عازمین تعمیر کی جائیں ۔

مولوی عبدالحق صاحب نے اس تجویز کو بیش کرنے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس مقصد کے لیے دہلی بھریں جگہ ہے جو حکومت پند کا سکریٹری ہے ۔ چنانچہ بالاتفاق یہ طے ہوا کہ "الجمن ترق آردو" کا مرکز دہلی قرار دیا جائے ۔ اس کے ساتھ یہ بھی قرار ہایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ، الجمن کے دفاتر وغیرہ دہلی میں منتقل کر دیے جائیں ۔ لیز یہ بھی طے ہایا کہ آردو کی کتابوں کا ایک وسیع "کتب خانہ" اور "اثناعت خانہ" بھی قائم کیا جائے ۔

الجمن کے مرکز کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد یہ تجویز ہوا کہ ار صوبے کے اخلاق میں آردو کی توسعی و ترقی کے منتعلق کام کریں ۔ بعض صوبوں میں ان کی وسعت یا ضرورت کے لحاظ سے دو تین حصے بنادے گئے ۔ ار کمیٹی انہی انہی حصے میں کام کرے گی ۔ یہ بھی طے ہایا کہ ہندوستان میں الجمن ترق آردو کی شاخیں قائم کی جائیں ۔

یہ سب شاخیں مرکزی الجمن کے مشورے سے آردو کی ترقی و اثناعت کا کام کریں گی ۔ کام کی نوعیت حسب ذہل ہوگی :

۱- آردو کے مکاتب قائم کرنا ۔

۲- بالغ العمر اور بیش ور لوگوں کے لیے مدارس شبہ قائم کرنا ۔

۳- آردو کی توسعی و اثناعت کے لیے صوبے میں دورہ کرنا ۔

۔۔ ادبی جلسے منعقد کرنا ۔

۵۔ سرکاری مدارس اور عدالتون میں اردو کے قائم رکھنے اور رواج دانے کے لئے کوشش کوں ۔

یہ جلسہ جو مندرجہ بالا اغراض کے لئے منعقد ہوا تھا ، تاریخیاً ایک بھی ختم ہوا اور اس کے بعد جملہ مہمان نواب صدر ہار جنگ ہادر کی کولٹی حبیب منزل ہر تشریف لئے گئے ، جہاں سب کے لئے وسیع ہمانے ہر دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا ۔ دو بھی کے لراب سب مہمان کولٹی سے رخصت ہونے تاکہ آردو کالفرنس کے دوسرا اجلاس میں شرکت کریں جو ۳ بھی سہ پھر کو منعقد ہونے والا تھا ۔

۳ بھی سہ پھر کے بعد آردو کالفرنس کا دوسرا اجلاس حسب اعلان سابق ، زیرِ صدارت نواب مہدی ہار جنگ ہادر صدر المهام سیاست آصفیہ منعقد ہوا ۔

جنابِ صدر نے حاضرین سے خطاب کرنے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ روز کی تجویز کے مطابق جو کمیٹیاں بنائیں گی ان کے ممبروں کے نام ، لیز جو تجاویز بیش ہوئی تھیں ، ان کی تعمیل مولوی عبدالحق صاحب پڑھ کر سنائیں گے ۔

جنابِ صدر کے اس اعلان کے بعد مولوی عبدالحق صاحب نے مختصر الفاظ میں ہر کمیٹی کے مقاصد اور اس کے ممبروں کے نام حاضرین کے سامنے بیش کیے ۔ لیز مختلف موبوں میں شاغر قائم کرنے کی جو تجاویز مطلور ہوئی تھیں اس کی تفصیلات بیان کیں ۔ اور یہ بتایا کہ کس کس موبے اور دیسی ریاست میں ایسیں قی شاغر قائم کی جائیں گی ۔ بعض بعض موبوں کی کمیٹیوں کے لئے عہدہ داروں کے کچھ نام تجویز کو لئے گئے تھے ، یہ نام یہی سنائے

گئے۔ اس سلسلے میں آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ سر سید راس مسعود بھیت سنتنل صدر الجمن ترق آردو، نیز الجمن کے سکریٹری بھیت عہدہ ہو کریٹی میں شریک صحیح جائیں گے۔ اس کے بعد جنابِ صدر نے اجلاس کے اختتام کا اعلان کرتے ہوئے ایک مختصر تقریب کی۔ آپ نے فرمایا کہ الحمد لله یہ جلسہ بہت کام یا ب رہا۔ آپ نے ایسا بہت کم دیکھا ہوا کہ کسی جلسے میں ایسی عملی تجاویز بالاتفاق منظور ہوں۔ صرف خفیف ترمیمات پوش کی گئیں۔ مثلاً کبھی کے معروں کی مدت کا تعین۔ اور کوئی اہم اعتراض کسی کارروائی پر نہیں ہوا۔ اب ہمارے لیے جو بات باق رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانا ہے۔

اس الجمن کی سب سے ہڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض ایک عملی کام کرنے والی جاعت ہے۔ اس کو کسی دوسری زبان سے رفتات نہیں ہے۔ بد الجمن آردو کی ترق کے لیے کوشش کرنی ہے جس کو ۲۰۰۰ کروڑ انسان بولتے ہیں اور صحیح ہیں۔ آن علاقوں میں بھی، جہاں صڑی یا گجراتی وغیرہ بول جاتی ہے، آردو کے صحیحے والی موجود ہیں۔ جہاں تک کہ پندوستان کے باہر ماریش وغیرہ میں ابھی لوگ آردو بولتے ہیں۔ پندوستان کی کوفی اور ایسی زبان نہیں جس کو پندوستان کے باہر لوگ بولتے ہوں۔

سلسلہ تقریب میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آردو میں اگر بے ضرورت دوسری زبان کے الفاظ داخل کیے جائیں گے، خواہ وہ عربی ہو یا سنسکرت، تو اس سے آردو کو لفزان پہنچ گا۔ کیونکہ یہ پندو مسالوں کی مشترکہ زبان ہے، لہذا یہ کوئی دالشندی نہیں کہ ہم اس کو ۲۰۰۰ کروڑ سے علیحدہ کر کے خصوص کر دیں۔

الحاد و اتفاق کا بڑا عنصر اخادر زبان یہی ہے، بہ قائم رہنا چاہئے۔
ابتدئے ایک موال پیدا ہوتا ہے کہ آردو کس خط میں لکھی جائے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہ چاہتا ہے کہ جاد لکھا
جائے اور جگہ تہوڑی گھرے تو وہ فارسی رسم الخط میں لکھے،
برخلاف اس کے اگر کوئی چاہتا ہے کہ زیادہ جگہ گھرے اور جسی
آواز ہو ویسا میں لکھ دے تو وہ ناگری میں لکھے۔

آردو کے متعلق ایک غلط فہمی بہ یہی ہے کہ وہ درباری زبان
ہے اور مسلمانوں کے ساتھ خصوص ہے، حالانکہ بہ صحیح نہیں۔
جن لوگوں نے آردو کے نشو و نکا کی تاریخ بڑھی ہے اور برلنی
تھریوں کو دبکھا ہے وہ جائز ہیں کہ آردو کب پیدا ہوئی اور اس
نے کس طرح ترقی کی؟ آردو میں ترقی کی حیثت انگریز استعداد ہے
اور وہ علمی زبان بن سکتی ہے۔ چنانچہ حیدر آباد میں ریاضی اور
کیمیا کی کتابیں لہ صرف آردو میں ترجمہ کی گئی ہیں بلکہ بڑھایا
یہی آردو میں جاتا ہے۔ آردو میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی ہے
کہ کوئی خیال، خواہ وہ کیا ہیں مشکل ہو، بے تکلف ادا ہو سکتا
ہے، اور یہ زبان ایک علمی زبان اور ذریعہ تعلیم ان سکتی ہے۔ اب
تک بورپ کو یہ خیال ہے کہ ہندوستانیوں کے ہاتھ کوئی ایسی زبان
نہیں جس کے ذریعے سے عالم کی تعلیم دی جا سکے۔ لیکن ”جامعہ
عنانیہ“ نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ حیدر آباد میں ثانوی
تعلیم یہی اسی زبان میں دی جاتی ہے۔ بہ زبان سارے ملک کی زبان
ہے اور ہونی چاہئے۔

نواب مہدی یار جنگ یہاں نے سلسہ تحریر میں بہ ایسی
فرمایا کہ ہماری جامعہ کا معیار کسی جامعہ سے کم نہیں۔ بلکہ بہت

سی جامعات سے زیادہ بلند ہے اور ہائی کے مختلفین ہماری جامعہ کے طلبہ کے جوابات پسند کرتے ہیں۔ اور جو طلبہ یورپ کی جامعات میں جانے ہیں، وہ امتیاز کے ساتھ کام باب ہوتے ہیں۔

اسی سلسلے میں جانب صدر نے دارالترجمہ کا ذکر ہوئی فرمایا جو مائنٹس، ریاضی اور دوسرے علمی مضامین کی کتابیں اردو زبان میں شائع کرتا ہے۔ آپ نے اس تجویز پر اظہار پسندیدگی فرمایا کہ الجمن ترقی اردو کا دفتر اور کاروبار دہلی میں منتقل کر دیا جائے، جو پنڈوستان میں مکری حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مولوی عبدالحق صاحب کے اس شفف کا لذکرہ کیا جو آپ کو اردو کے ساتھ ہے، اور الجمن کی کام بابی کے لیے دعا فرمائی۔

جانبِ صدر کی تحریر کے بعد نواب صدر یاں جنگ بھادر نے مددوہ کی اس زحمت فرمانی کا شکریہ ادا کیا کہ وہ حیدر آباد سے طوبیل سفر کر کے یہاں تشریف لانے اور اس موقع پر ایک پُر مغز و معنی خیز تقریر فرمائی۔

آپ نے فرمایا کہ نواب مہدی یاں جنگ بھادر ایک بڑے نامور اور فخرِ قوم و ملک بزرگ نواب ہادالملک مرحوم کے لیے ہیں۔ مرحوم کو علم و ادب کے ساتھ ایک خاص شفف تھا۔ مجھے حیدر آباد کی بارہ برس کی حاضری میں مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کے شوق کا سناون۔ کافرنیس کے ایک اجلاس میں تقدیم و نادر علمی کتابوں کے لواہم کرنے کی ایک قریب منظور ہوئی۔ پھر اس کے متعلق ایک اپیل شائع کی گئی۔ اس کی ایک کلپن نواب ہادالملک مرحوم کی خدمت میں ایسی گنجی کی جس کو پڑھ کر وہ بے حد سناور ہونے،

اور لکھا کہ اپل میرے سامنے ہے اور میں روزہا ہوں اور شرمندگی کے ساتھ ایک بازار کا چیک بھیجننا ہوں ، کیونکہ اس وقت زیادہ مدد کرنے سے محبوو ہوں ۔

نواب مہدی یار جنگ بھادر آسی نامور باب کے لیے یہیں اور ان کو یہی اپنے باب کی طرح علومِ مشرقیہ کا شوق ہے ۔ اگرچہ الہیں دوسرے مشاہل کی وجہ سے عربی علوم کی تکمیل کا موقع نہیں ملا لیکن وہ مشکل مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے یہیں ، اور علوم قدیمہ کی ترقی سے الہیں دل خوش ہوئے ۔ اور یہ اسی شوق کا نتیجہ ہے کہ وہ یہاں تشریف لائے اور اجلاس کی صدارت فرماتی ۔ ان کی دل جسمی اس اجلاس تک ختم نہیں ہوگی ۔

میں نواب صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ صحت و عائینت کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت میں معروف ریں ۔

نواب صدر یار جنگ بھادر کی تقدیر کے بعد مولوی عبدالحق سکریٹری الجمیں ترقی آردو نے ایک مختصر اختتامی تربیر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے آردو کالفرنس کے لیے تحریک کی تو احباب نے یہ مشورہ دیا کہ کالفرنس کی جویلی کے زمانے میں یہ جلسہ ہوا جائیے لیکن میں نے یہ بہتند نہیں کیا ۔ اس صورت میں یہیں ہو گزیدہ اندازہ نہ ہوتا کہ خاص آردو کالفرنس میں شریک ہونے کے لیے کتنے لوگ آئے ؟ اس کے بعد آپ نے اس پر اظہارِ سوت کیا کہ اس کالفرنس میں تقریباً ہر صوبے کے نمائندے موجود ہیں ۔ پھر آپ نے نواب صدر یار جنگ بھادر اور نواب مسعود جنگ بھادر کا ذکر کیا کہ الہیں نے کس قدر حوصلہِ افزائی کی ۔ اس کے بعد نواب مہدی یار جنگ بھادر کے ذوقِ ادب کا تذکرہ کیا کہ جب میں نے مددوح سے

آردو کالفرنس کی تجویز کا ذکر کیا تو الہوں نے فرمایا کہ میں خود
جاہنا پھون۔ چنانچہ اسی وقت اعلیٰ حضرت کی خدمت میں
عرض داشت لکھیں اور یہاں آئنے کی اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد
راجہ صاحب محمود آباد کا شکریہ ادا کیا کہ وہ ایک دوسری جگہ
صدارت قبول کر چکے تھے۔ جب آردو کالفرنس کی صدارت کے لئے
ہدروخ سے درخواست کی گئی تو آپ نے اس کو منسوخ کر دیا اور
یہاں کی صدارت قبول فرمائی۔ بد ایک نیک شکون ہے۔

مولوی عبدالحق صاحب کی تقریر کے بعد اجلاس ختم ہوا اور
سب سہانوں نے مع راجہ صاحب محمود آباد اس ہرگز اور باسلیقہ
فی ہارفی میں شرکت فرمائی جو "المجن تاریخ اسلام" مسلم یونیورسٹی
کی طرف سے "سونگنگ بانہ لینس لان" ہر دی گئی تھی۔ نکاز مغرب
کے بعد یوینی ہال میں المجن تاریخ اسلام کے انتاج کا ایک شان دار
جلسہ ہوا جس میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ایک معرکۃ الارا
تقریر فرمائی۔ اس کے بعد سب سہانوں نے اس ڈاٹر میں شرکت کی جو
وقار الملک ہال کی طرف سے دیا گیا تھا۔

غشک اربابِ علم اور بعض مشاہیر کی شرکت کے لحاظ سے آردو
کالفرنس کا یہ اجلاس کام باب رہا۔ خصوصاً یہ پھلو قابل لحاظ ہے کہ
متعدد بندو اصحاب مثلاً پنلت دلتاریہ کیف اور صاحر دہلوی وغیرہ
نے بھی اس میں فراغ دلی سے شرکت کی۔
("آردو" اکتوبر ۱۹۳۶ء، ص ۶۸۰-۶۸۱)۔

Grand Hotel,

Simla, the 23rd Sep. 1937.

Dear Sir,

I am glad that you are taking very keen interest in the affairs of the Mussalmans and particularly with regard to the question of Hindi-Urdu controversy. You know that the session of the All-India Muslim League is fixed for the 15th, 16th and 17th October to take place at Lucknow and I shall feel extremely obliged if you could attend the meeting of the Council of the All-India Muslim League which will also take place there. As I am sure we should like to hear your well considered views and opinion with regard to this controversy, & I feel that it will

assist immensely the Council of
the All-India Muslim League in
forming a definite opinion with
regard to this important question
of language; I hope that you will
make it a point to attend the
session.

Yours sincerely,

A handwritten signature in black ink, appearing to read "Maulvi Abdul Haq".

Maulvi Abdul Haq,
Hyderabad(Deccan).

۸۔ ناہمہ صریحہ بہادر صہرو

خدموں و محترمی جناب عبدالحق صاحب

اسلم و نیاز - جب میں تین بھتے کے قریب ہوتے ہیں کہ
عین آباد میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت میں نے برسیل
تلذکرہ اقبال مرحوم کی منیاعی کی تعریف کی تھی اور کہیاً بد عرض
کیا تھا کہ چھپلی فروری میں میں جب لاہور میں تھا اور ان سے ملنے
کیا تھا، میرے ساتھ میرے داماد پنڈت چالند نرائن رینا، جو بنتجواب
میں اکٹرا استٹ کمشنر ہیں اور جن کو اقبال صاحب سے تلقین
کا لغز حاصل ہے، کہتے تھے۔ الہوں نے کچھ عرصہ ہوا چند اشعار
اقبال صاحب کے متعلق لکھی اور مجھے کو سنائے۔ میں نے ان سے
کہا کہ اپنے استاد کی موجودگی میں ان اشعار کو بلاعی۔ چنانچہ
الہوں نے مرحوم کو وہ اشعار سنائے اور الہوں نے بہت تعریف کی
لیکن ایک محرعے میں کچھ اصلاح دی۔ چوتھے شعر کا ہلا محرع
پنڈت چالند نرائن نے حسبِ ذیل لکھا تھا:

تیرے جذبوں نے دبا ہے سری نظرت کو فروع

اقبال صاحب نے فوراً محرع میں حسبِ ذیل اصلاح کی:

تیرے جذبوں نے کیا ہے میری نظرت کو بلند

میں نے عزیز موصوف کو لکھ کر وہ اشعار منکائے ہیں اور میں اپ
کی خدمت میں بھیجا ہوں۔ الہوں نے چوتھے محرع کو اب ہوں

تبديل کر لیا ہے :

ساغر دل بیرا جذبوں سے ترسے بپریز ہے
بھئی آپ کے اقبال نمبر کا بڑا انتظار ہے ۔ اقبال نے اپنے ایک
شعر (بالِ جبریل، ص ۲۵) میں اپنی زندگی کا بورا اور سچا نشہ
کہوئنچا ہے :

بُرسوز و لظر باز و لکوین و کم آزار
آزاد و گرفتار و نہیں کیسہ و خورستہ ।

اور اپنے فلسفے اور شاعری کے بارے میں شاعرانہ تعلیٰ کے ساتھ
نہیں بلکہ صداقت کے ساتھ ایک شعر لکھا ہے :

مری لوائے بہرشان کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محمر راز درونِ سے خانہ

اور اس خیال کو اپنے ایک فارسی شعر میں یوں ادا کیا ہے :
نہ شیخ شہر لہ شاعر لہ خرقہ پوش اقبال
فیبر راہ نشین است و دل خنی دارد

اقبال تجھ ساتھ بیرے خیال میں وہ لوگ بڑی نالاصاف کرتے
ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ محسن اسلامی شاعر تھا ۔ یہ کہنا اس کے
دائرہ اثر کو محدود کر لتا ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ اس نے اسلامی
فلسفہ، اسلامی عقائد اور اسلامی تہذیب پر بہت کچھ لکھا ہے
لیکن کسی نے آج تک متن کے لحیہ یہ نہیں لکھا کہ وہ عیسائی
مذہب کا شاعر تھا ۔ ہا کالیبداس کے نسبت یہ کہہ کر کہ وہ پندرہ
مذہب کا شاعر تھا، اس کے اثر کو نہ محدود کیا اور لہ اور لہ اور مذہب
لکھ آدمیوں نے اس وجہ سے اس کی قدردانی میں کسی کی ۔ اگر وہ
اسلامی تاریخ کے بڑے کارناموں تک بارے میں یا اسلامی عقائد

کا لذ کرہ کرتا ہے تو کوفی وجہ نہیں کہ خیر مسلم اس کی قدر نہ کروں - ”بال جبریل“ میں (میں صرف سکھیاً عرض کرتا ہوں) جو نظم متعلق ”بسم الله“ لکھی ہے اس کا انہ صرف مسلمانوں ہیں کے دل ہر ہو سکتا ہے - ان کے تین اشعار کی طرف میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں - وہ اشعار یہ ہیں :

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے لشان ہیں
خاموش اذالیں ہیں تری بادر سحر میں
بھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے هنا کی
باقی ہے انہیں رنگِ مرے خونِ جگر میں
دیکھا یہی دکھایا یہی ، سایا یہی سنا یہی
ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خیر میں

شاعری اور تفہیل ایک طرف ، ان اشعار کی زبان دوسری طرف ۔
آج کل جو مستندِ زبان کے اوپر بحث چھڑی ہوئی ہے اس پر اکثر
خوار کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جس زبان میں یہ درد ، یہ قدرت
اور یہ وسعت ہے جو ان اشعار سے پائی جاتی ہے ، اس کو ہم کیوں
چھوڑیں ۔ مگر زمانے کی رفتار بدی ہوئی ہے ، رنگ بدلا ہوا ہے ۔
خلاصہ یہ کہ مزاجِ باور دکر کوں ہے ، ایجاد اور سجاد کا مقابلہ ہے ،
خدا معلوم ہم کہاں سے کہاں پہنچیں ۔ آپ اللہ آباد کب تشریف
لائیں گے ؟ آئندہ آپ اگر غرائب خانے پر فیام نہ کریں گے تو مجھے
شکایت ہوگی ۔ زیادہ تباہ ۔

لیاز کیش

لیچ بہادر سیروں

۹۔ کتابیات

- ۱۔ اقبال نامہ ، مرتبہ شیخ عطاء اللہ (دو حصے) ، لاہور -
- ۲۔ الوار اقبال ، مرتبہ بشیر احمد ڈار ، کراچی ، ۱۹۶۴ع -
- ۳۔ پنجاہ سالہ تاریخ الحمن ، مید پاشمی فرید آبادی ، کراچی ، ۱۹۵۳ع -
- ۴۔ شاد اقبال ، مرتبہ ڈاکٹر عی الدین قادری زور ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۷۲ع -
- ۵۔ اقبال کے حضور میں ، مید لذیر نیازی ، کراچی ، ۱۹۶۱ع -
- ۶۔ مضامین اقبال ، مرتبہ تصدق حسین تاج ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۶۳ع -
- ۷۔ اقبال - شاعر اور فلسفی (بزبان انگریزی) ، ہاک جرمن فورم ، کراچی ، ۱۹۶۰ع -
- ۸۔ اقبال اور بھوپال ، از صہبا لکھنؤی ، اقبال اکیڈمی ، کراچی ، ۱۹۷۳ع -
- ۹۔ علم الاقتصاد ، از اقبال ، مرتبہ خورشید احمد ، اقبال اکیڈمی ، کراچی ، ۱۹۶۱ع -
- ۱۰۔ ”لاہور - ماٹی اور حال“ (بزبان انگریزی) ، لاہور ، ۱۹۵۲ع -

- ۱۱ - حرفِ اقبال ، لاہور ، ۱۹۳۵ع -
- ۱۲ - خطباتِ عبدالحق ، اشاعتِ ننگ ، کراچی ، ۱۹۶۲ع -
- ۱۳ - پاکستان میں اردو کا سبب ، از مولوی عبدالحق ، کراچی -
- ۱۴ - اردو میں مصنفوں کی کتابیں فرید آبادی ، لاہور ، ۱۹۶۱ع -
- ۱۵ - اقبال کی کتابیں تصنیف -
- ۱۶ - "تفویض" ، لاہور ، لاہور سپر ، ۱۹۶۲ع -
- ۱۷ - روزنامہ "اققلاب" ، لاہور ، مؤرخہ ۹ اور ۱۰ نومبر ، ۱۹۳۶ع -
- ۱۸ - رسالہ "تہذیبِ لسوان" ، لاہور ، بابت ۵ دسمبر ۱۹۳۶ع -
- ۱۹ - ماننامہ "قومی زبان" کراچی ، شمارہ جات بابت ابوبیل ، ۱۹۶۶ع ، و بابائی اردو سپر ، ۱۹۶۶ع -
- ۲۰ - سہ ماہی "اردو" ، اورنگ آباد ، دہلی ، کراچی ، حسب ذہل شمارے :
- ۱۹۲۳ع ، شمارہ اکتوبر -
- ۱۹۲۶ع ، شمارہ جات جنوری ، اکتوبر -
- ۱۹۲۸ع ، شمارہ اکتوبر -
- ۱۹۳۳ع ، شمارہ جنوری -
- ۱۹۳۶ع ، شمارہ اکتوبر -
- ۱۹۳۷ع ، شمارہ جنوری -
- ۱۹۳۸ع ، شمارہ جات جولائی و اکتوبر -
- ۱۹۳۹ع ، شمارہ جات ابوبیل و اکتوبر -

- ۱۹۴۰ع ، شمارہ اکتوبر -
 ۱۹۴۲ع ، شمارہ جات جنوری ، جولائی و اکتوبر -
 ۱۹۴۶ع ، شمارہ جات جنوری و جولائی -
 ۱۹۴۷ع ، شمارہ جنوری -
 ۱۹۴۹ع ، شمارہ جات جولائی و اکتوبر -
 ۱۹۵۰ع ، شمارہ جولائی -
 ۱۹۵۱ع ، شمارہ جات جولائی و اکتوبر -
 ۱۹۵۲ع ، شمارہ جات جولائی و اکتوبر -
 ۱۹۵۳ع ، شمارہ جولائی -
 ۱۹۵۵ع ، شمارہ جولائی -
 ۱۹۵۶ع ، شمارہ اپریل -
 ۱۹۵۸ع ، شمارہ جولائی -
 ۱۹۶۰ع ، مشترکہ شمارہ جولائی و اکتوبر -
 ۱۹۶۲ع ، بابائے آردو نمبر -

☆ ☆ ☆

اشاریہ

مرتبہ احمد رضا

۱۔ اشخاص -

۲۔ مقامات ، ادارے -

۳۔ کتب ، رسائل ، اخبارات ، مقامین ، تطبیقیں -

الأشخاص

امتیاز علی ، شیخ : ۱۴ -

امین الدین ، حکیم : ۳۲ -

انهضی مکٹالل : ۱۶ -

الیس ، میر : ۳۸ -

اورنگ زاپ ، شہنشاہ : ۲۰ -

ب

بانیہ اردو (دیکھیے : عبدالحق ،
مولوی) -

بریج سوبن کھنی دتائزہ : ۱۲۸ ، ۳۴
- ۱۳۶

بشری احمد لار : ۶ ، ۲۴ ، ۲۷ - ۳۲

بشری احمد ، میان : ۱۳ ، ۱۵ -

بھار ، ملک الشعرا : ۵۶ -

ب

بریم پنڈ : ۱۲۳ -

بنلت برجموان کھنی : (دیکھیے

برجموان کھنی دتائزہ) -

ت

تعدق حسین تاج : ۲۶ ، ۳۶ -

- ۶۵

الف

الماز خان : ۱۴ -

آناب احمد خان ، صاحب زادہ :

- ۲۱

آل احمد سروز : ۳۱ -

ابو الكلام آزاد ، مولانا : ۳ -

- ۶۱ ، ۶۲

احمد حسن ، شیخ : ۱۴ ، ۱۸ -

احمد فہن ، مولوی وکیل : ۲۸ -

- ۹۶ ، ۹۷

انسر الملک : ۱۹ -

انیال ، علامہ ، سر پند : ۱۶ ، ۱۷

۱۷ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ ، ۲۲ ، ۲۳

۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸

۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۳

۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۳۸

۳۹ ، ۴۰ ، ۴۱ ، ۴۲

۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۶ ، ۴۷

۴۸ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵۲

۵۳ ، ۵۴ ، ۵۵ ، ۵۶ ، ۵۷

۵۸ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۶۲

۶۳ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۶۷

۶۸ ، ۶۹ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۲

<p>د</p> <p>دائع دهاری : ٣٨ -</p> <p>دیوان سکھ مغون : ٤٤ -</p> <p>ذ</p> <p>ڈاکٹر انصاری : ٢٢ -</p> <p>ڈاکٹر باسط : ٥٥ -</p> <p>ڈانی من راس (دیکھئے سر ڈانی من راس) -</p> <p>ڏ</p> <p>ڈاگر حسین ، ڈاکٹر : ٦٣ -</p> <p>ذوق ، شیخ ابوابیم : ٣٦ -</p> <p>ڙ</p> <p>رابعہ دورانی ، ملکہ : ٤٠ -</p> <p>راجا جن کشن : ١٢١ -</p> <p>راجا صاحب محمود آباد : ١١٩ -</p> <p>١٤٠ - ١٢٢ - ١٢٤ - ١٢٨ -</p> <p>- ١٣٦ -</p> <p>راس سعید (دیکھئے سر راس سعید) -</p> <p>رام : ٨٨ -</p> <p>رائی لائیہ سرشار ، پنلت : ١٢٢ -</p> <p>رسیم الدین کمال ، ڈاکٹر : ٤٠ -</p> <p>رشید احمد حدائقی : ١١٩ - ٢٥ -</p>	<p>چ</p> <p>چاجند نرالن رینا ، پنلت : ١٣٤ -</p> <p>چودھری بھو حسین : ١٠٨ -</p> <p>ح</p> <p>حالی ، خواجہ الطاف حسین : ١٨ -</p> <p>١٠٦ - ٩٣ - ٢٩ - ٤٥ -</p> <p>حربیب الرحمن شروانی : ٢١ -</p> <p>حربیب اللہ روشنی : ٤١ -</p> <p>حسن بلکرامی ، میجر ، مید : ٤٩ -</p> <p>خفیط جالندھری : ٣٨ -</p> <p>حکیم فرشش : ٥٥ -</p> <p>حکیم لاہیا : ٥٥ -</p> <p>حمدیم احمد خان ، بروفسر : ٦ -</p> <p>خ</p> <p>خوابد گبو دراز : ٢٣ -</p>
--	--

شوكت علی، مولانا : ۶۱ -
شہسوار اللہن : ۵۸ -

2

صدر بار چنگ، لوب : ۱۷۱
- ۱۳۵^۲ ۱۳۶^۱ ۱۳۷^۱
جهان کهنه‌یی : ۱۷۵^۲ ۱۷۶^۱

1

خواه الدین احمد، ذاکر، ۱۷۰۰

1

خان، مولانا: ۱۹۶۵ء

- ۲۲ -

2

5

- زور ، لما كثُرَ عِبْدُ الدِّينِ فَارِي : ٢ -

3

ساحر دبلوی : ۱۳۶ -
ساران : ۶۰۲۰۵۳۰۲۸۰

سے تیج ہائزر سپر : ۱۷۴ + ۱۷۵ = ۳۴۹

سر راس مسعود : ۱۳۷۴

سید احمد خاں : ۱۵۰

• ४३८ • २५६ • १७६ • १८६ • १७

תְּמִימָנָה וְתַּחֲזִיקָה

سرکشن برآورد، سهارجه: (دیگرچه:
کش، برآرد) -

- 77 - شنبه ۲۷ آذر

سازمان اسناد و کتابخانه ملی

سدر لال درسا : ۲۷۲

دوامی تیرتہ رام :

مودودی: رہنمائی

مهد علمان ندوی :

1

شيل نهانی : ملتمد : ۱۸۱۴

ك

- كالهداوس : ١٢٨ -
 كشن برشاد ، مهاراجه : ٢٤ -
 - ١٤٦ -
 كيف ديلوي : ١٢٢ -

ك

- گرسان دلتس : ١٦ -
 گاندهي جي ، مهاكم : ١٥ -
 - ٩٠٨ -

ل

- لارڈ مثلو : ١٦ -
 لیاقت علی خان ، تاله ملت : ٣ ، ٤ -

م

- محسن الملک : ١٩ -
 محفوظ على بدالوي : ١٩ -
 پند اکبر الدین حدیق : ١٩ -
 پند بالقر ، ڈاکٹر : ٥٨ -
 پند حسین ، چودھری : (دیکھئے)
 چودھری پند حسین) -
 پند شفیع ، سر : (دیکھئے) : سر
 پند شفیع) -

- پند عبدالرزاق ، سولوی : ٩٩ ، ٣٨ -
 - ١٠١ -
 پند نجم الدین : ٩٩ -

عبدالرب نشر : ٣٥ -

عبدالستار حدیق ، ڈاکٹر : ١٢٨ -
 عبدالسلام خورشید ، ڈاکٹر : ٥٨ -

عبدالقادر ، شیخ ، سر : ١١ ، ٨٦ -
 - ٩١ ، ٨٨ -

عبدالله العادی ، مولانا : ٩٩ -
 شرفت حسین زیری : ٣ -

عمرز مرزا : ٤١ -
 عطاء اللہ ، شیخ : ٦ ، ٣٥ ، ٥٥ ، ٣٥ -
 - ٥٩ -

علی بخش : ٥٥ ، ٦٨ -
 عباد الملک ، فواب : ١٣٣ -

خ

- خالب ، مرزا اسمد اللہ خاں : ١١ -
 - ١٠٦ ، ٩٣ ، ٩١ ، ٣٩ -
 خلام السیدین ، خواجه : ٣ -
 خلام رسول میر ، مولانا : ٢٠ -
 خور عالم : ٢٦ ، ٤٠ -

ن

- ناائز : ٥٨ -
 قبیر سراج الدین : ٥٨ -

ق

- قالد افطم پند علی جناح : ١٣ -
 ١٥ ، ٣٣ ، ٣٢ ، ٥٩ ، ٥٥ ، ٦٦ -
 - ١٠٥ -

- | | |
|---|---|
| <p>حسين دهلوی : ٣٨ -
نصرانه خان ملکانه : ٥٩ -
لطشی : ٦٠ -
لظام خیدر آباد : ١٢٣ -
لواب چهارمی : ١٢٠ -
نورالحسن نیر ، مولوی : ١٢٢ -
نیرو : ٣٣ -</p> <p>و</p> <p>والث برجست ، ڈاکٹر : ٣٦ -
وقار العلک : ١٣٦ ، ١٩ -
وکتوریہ ، ملکہ : ١٠٨ -</p> <p>،</p> <p>پاشی فرید آبادی : ٤٥ ، ٤٣ -
برسکھ رائے ، منشی : ٥٨ -
یگل : ١٠٣ -</p> <p>ی</p> <p>یوسف حسین خان ، ڈاکٹر : ٤٠ -
٣١</p> | <p>حسین الدین قادری زور : (دیکھئے :
زور ، حسین الدین قادری) -
مرزا اسماعیل ، سر : (دیکھئے :
سر مرزا اسماعیل) -
مسعود جنگ ہادر : ١٣٥ -
مسعود ، سر راس : (دیکھئے : سر راس
مسعود) -
مشق خواجه : ٢٠ ، ١٢ ، ٨ -
منقی اعظم فلسطین : ٦١ -
ملنی : ١٣٨ -
ممتاز حسن : ٨ -
مهدی یار جنگ : ١٢٨ ، ١٣١ ، ١٣١
، ١٣٣ تا ١٣٥ -
میر تقی سیر : ١٢٣ ، ٣٩ -</p> <p>ن</p> <p>نااظر : ٣٤ -
تالک : ٨٥ -
ذییر ایازی ، سید : ٦ ، ٧ ، ٩ ، ١٣٣ ، ٦٨ ، ٥٥ ، ٥٣ ، ٣٥</p> |
|---|---|

مقامات، ادارے

انگلستان (دیکھئے : برطانیہ) -

اورنگ آباد : ۲۰ تا ۲۲ ، ۱۱۹ ، ۱۱۹

اولڈ بولز لاج (علی گڑھ) کالج :

- ۱۲۰ ، ۱۲۴ ، ۱۲۸

امشچا : ۳۰ ، ۹۰ ، ۱۰۸

ب

بانیائے اردو روڈ : ۲۰

برطانیہ : ۲۱ ، ۷۲ ، ۷۸ ، ۹۲ ، ۱۰۰

بزم، اقبال : ۲۰ ، ۴۰ ، ۱۰۲

بھٹی : ۱۹ ، ۲۳

بنارس : ۱۵

بنگالستان : ۱۰۶

بھارتیہ سائبین بریشنڈ : ۱۳

بھوپال : ۳۶ ، ۵۵ ، ۵۹ ، ۶۰

بہت المقدس : ۶۳

ب

باقک جرمی نورم کراچی : ۵۵

پاکستان : ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۱۲ ، ۱۰۱ ، ۲۲

۲۲ ، ۲۶ ، ۵۲ ، ۵۴ ، ۶۳ ، ۶۳ ، ۱۰۳

تا ۱۰۶ - ۱۱۰ ، ۱۰۶

الف

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس :

- ۱۲۰ ، ۳۲ ، ۲۱ ، ۱۲

اردو کالج کراچی : ۲۳ ، ۲۶

اردو کانفرنس علی گڑھ : ۶۰ ، ۶۳

۶۶ ، ۱۱۰ ، ۱۱۹ ، ۱۱۹ تا ۱۳۶

اسٹریجن ہال (علی گڑھ کالج) : ۱۲۸

ابوال اکادمی کراچی : ۵۵ ، ۵۵

- ۲۰

اکوبل بھارتیہ سائبین بریشنڈ : ۱۰۹

المزار اکادمی : ۶۲

الم آباد : ۵۴ ، ۵۴

الم آباد یونیورسٹی : ۱۸ ، ۲۰

- ۶۸ ، ۵۲

الجن، تاریخ اسلام : ۱۳۶

الجن، ترقی اردو : ۱ ، ۱۱ ، ۱۰

۱۵ ، ۲ ، ۲۰ تا ۲۲

۱۰۹ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ تا ۱۲۵

- ۱۳۰ ، ۱۳۰

الجن حالت اسلام : ۱۰۸

الذین اوریشنل کانفرنس : ۱۲

- ۱۰۷

۱۱۲۲ : ۱۱۲۸ : ۱۰۹ : ۹۹
- ۱۱۲۴ : ۱۱۲۶

خ

خلافت، تحریک : ۵۹

د

دریا کچ : ۲۲

دنیل : ۲۱۲۳ : ۲۳۷ : ۲۳۶ : ۲۳۳

۱۶۰ : ۱۵۵ : ۱۵۴ : ۱۵۳ : ۱۵۸

- ۱۱۳۴ : ۱۱۳۰ : ۱۱۲۹ : ۱۱۲۱

دول کالج : ۶۶

ذ

گھاکہ : ۱۶

ر

رنگون : ۲۱

روما : ۲۰

رینبو یا کستان : ۱۰۲ : ۱۰۱

ص

سائنسک سوانی : ۱۲۱

سرلوہ : ۱۱

سرپید بال (علی گڑھ کالج) : ۱۲۸

سوئی تکر : ۵۸

سکدرہ روڈ : ۳

پشتولستان : ۱۰۶

بنجاب : ۱۲۱ : ۱۸۲ : ۱۸۰ : ۱۸۱

۱۵۲ : ۱۵۰ : ۱۳۸ : ۱۳۸

۱۱۲۰ : ۹۸ : ۹۸ : ۹۸

- ۱۳۲

بنجاب براونشل ایم. و کیشنل

کانفرنس : ۲۲

بنجاب براونشل سلم لیک : ۶۶

بنجاب بورنورٹی : ۱۸

ت

ترق اردو بورڈ : ۳

توپہ بازار حیدر آباد دکن : ۹۹

ج

جامعہ عثمانیہ : ۲۰ : ۲۶ : ۲۶

- ۱۳۲

جاوید منزل، لاہور : ۵۳

جمعہ العالیہ بند : ۶۱

- ۶۳

جهانگیر پارک کراچی : ۱۶

- ۱۰۲

ح

حامد یونین بال : ۱۲۸

حربیہ منزل : ۱۳۱

حیدر آباد دکن : ۱۱۰ : ۱۱۰ : ۱۱۰

۱۱۰ : ۱۱۰ : ۱۱۰

۱۱۰ : ۱۱۰ : ۱۱۰

لیشنل سوئیم کراچی : ۲ -

و

ولایت (دیکھیے : بورب) -

*

پاہو : ۱۸۰ ۱۶ -

پارٹنگ روڈ : ۳ -

پاٹھیہ : ۶۲ ۱۲۹ -

پالیہ چاری : ۲۳ -

پندوستان : ۱۳ ۱۶ ۱۴ ۱۶ -

پرستی : ۲۳ ۲۸ ۳۶ ۳۰ ۲۹ -

پرتو : ۸۸ ۸۱ ۲۸ ۲۶۵ -

- ۱۳۲ ۱۳۰ ۱۱۰ ۱۹۵ -

ی

بورب : ۲۱ ۲۹ ۲۶ ۲۹ -

- ۱۳۰ ۱۳۳ ۸۲ -

بونان : ۸۰ ۷۸ -

م

ماریشس : ۳۲ ۱ -

مجلس ترقی ادب ، لاپور : ۲۹ -

مدرس : ۲۲ -

مدرسہ آصفیہ : ۱۹ -

مسعود بیلشرز حیدر آباد دکن :

- ۵۹

سلم لیک : ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۱۵ ۱ ۱

- ۵۱ ۱ ۵۴ -

سلم یونیورسٹی علی گڑھ : ۱۲۰ -

- ۱۲۸ ۱۲۱ ۱۲۶ -

مشکر عالم اسلامی : ۶۱ -

ن

لگپور : ۱۳ ۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰ -

نشاط باخ کشیر : ۵۲ -

لیشنل پنک لائبریری : ۷۱ -



كتب ، رسائل ، اخبارات مضامين ، نظريات

- ارمنان حجاو : ۶۰ ، ۳۰ -
- اسرار خودی : ۴۹ ، ۲۸ -
- انسر : ۱۹ -
- افکار عبدالحق : ۱۱۳ -
- اقبال : ۹۶ ، ۲۸ -
- البال اور آرٹ : ۳۱ -
- البال اور بھوپال : ۵۵ ، ۶۰ -
- البال - ۱۳۱
- ایمال ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے : ۳۱ -
- ایمال ، شاعر اور فلسفی : ۵۵ ، ۶۰ -
- ایمال کا تصور خودی : ۳۱ -
- ایمال کا مطالعہ : ۵۵ -
- ایمال کے حضور : ۳۳ ، ۶۸ ، ۱۳۱ -
- ایمال کے خطوط : ۳۱ -
- ایمال نامہ : ۶ ، ۳۵ ، ۵۵ ، ۵۹ -
- ۱۳۱ ، ۶۳
- العالم الاسلامی : ۱۱۳ -
- النخب داغ : ۱۱۱ -
- النخب کلام میر : ۱۱۱ -
- الثروۃ کشن لو دی بشری اف مالنس : ۶۹ -

- الف**
- آبروزد : ۵۸ -
- آکسفورد ڈاکٹشنری : ۲۵ ، ۲ -
- ابدی اہائی : ۱۴ ، ۱۴ -
- احسان : ۵۸ -
- ادی دلیا : ۵۸ -
- اردو (وصلہ) : ۱۳۲ ، ۱۲۱ ، ۹۲ ، ۳۰ -
- ۱۴ ، ۱۱۸ ، ۱۱۸ ، ۱۱۸ -
- ۱۱۰ ، ۹۹ ، ۹۹ ، ۳۱ ، ۲۹ -
- اردو بحثیت ذریعہ تعلیم سائنس : ۱۱۱ -
- اردو زبان : ۳۶ -
- اردو زبان پنجاب میں : ۶۵ -
- اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ : ۱۱۱ -
- اردو صحافت : ۵۸ -
- اردو عرف و لغو : ۱۱۱ -
- اردو کا بنیادی اسارب : ۲۵ -
- اردو کا حسن اعظم : ۲۰ -
- اردو کی اہدائی نشوونگا میں سو فہرست کرام کا کام : ۱۱۱ -
- اردو میں معجمی : ۲۵ ، ۱۱۲ ، ۱۳۲ -

ت

- تاریخ و سیاست : ۳ -
 تبصرات عبدالحق : ۱۱۲ -
 تذکرہ ربانی الفصحا : ۱۱۲ -
 تذکرہ ویتنہ آویان : ۱۱۱ -
 تذکرہ عقد لیڑا : ۱۱۴ -
 تذکرہ کلی عجائیب : ۱۱۲ -
 تذکرہ مخزن شمرا : ۱۱۱ -
 تذکرہ پندی : ۱۱۲ -
 ترالہ بمل : ۸۱ -
 ترالہ پندی : ۸۱ ، ۷۶ -
 تشكیل جدید النیات اسلامیہ :
 ۷۰ -
 تصویر درد : ۳۳ ، ۲۵ -
 تقدیر عبدالحق : ۱۱۲ -
 تذکرہ الاخلاق : ۱۸ -
 تذکرہ نسوان : ۱۳۲ ، ۶۱ -

ج

- جاوید نامہ : ۵۲ -
 جنگو : ۹۳ -

ح

- چاند : ۹۳ -
 جہستان شمرا : ۱۱۱ -
 جنہ وہ مصور : ۱۱۱ -

- الجین ترق اردو کا الیہ : ۱۱۱ -
 القلب : ۱۳۲ ، ۶۱ ، ۵۸ -
 انوار اقبال : ۱۳۱ ، ۳۲ ، ۲۲ -
 ایک آرزو : ۹۳ -

ب

- بابانے اردو اور رسالت افسر : ۱۹ -
 بابانے اردو اور رسالت حسن : ۱۹ -
 بابانے اردو کی باسمہ زندگی :
 ۲۰ -
 بادہ سرجوں : ۳۸ -
 باع و بمار : ۱۱۱ ، ۲۵ -
 بالی جبریل : ۱۳۸ ، ۶۲ ، ۳۰ -
 بالک درا : ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۵ ، ۱۳ ، ۲۸ -
 ۹۹ ، ۶۵ ، ۳۰ -
 بیرون کے خطوط : ۱۱۳ -
 بیان عبدالحق : ۲۱ -

پ

- پاکستان میں اردو کا الیہ : ۹۳ -
 ۱۱۱ ، ۱۳۲ -
 پرلہ : ۹۳ -
 پنجاب میں اردو : ۳۲ -
 پنجاب مسلمان : ۵۹ -
 پنجاہ سالہ تاریخ الجین : ۱۳۱ ، ۲۲ -
 پیام مشرق : ۵۷ ، ۶۰ -
 پیغمبر اخبار : ۵۸ -

سی

- ساق نامہ : ۵۷ -
 سب رس : ۱۱۲ -
 سبک شناسی : ۵۶ -
 سرمید احمد خاں۔ حالات و المکار :
 - ۱۱۲
 سرگزشت آدم : ۹۳ -
 سید کی لوح۔ تربت : ۴۷ -

شی

- شاد اقبال : ۱۲۱ ، ۱۲۷ -
 شاعر : ۴۱ -
 شام و فلسطین : ۶۲ -
 شمع اور شاعر : ۹۳ -
 شمع طور : ۱۰۱ -
 شیخ عبدالقدیر کے نام : ۴۹ -

ص

- صحیح کا ستارا : ۹۳ -
 صدایے دل : ۴۷ -

ض

- ضور کلیم : ۳۰ ، ۵۲ ، ۵۷ ، ۵۹ -
 ۶۲ ، ۶۳ -

ط

- طلعہ اسلام : ۹۳ -

- چند یادیں چند تذرات : ۲۰ -
 ح حرف اقبال : ۶۲ ، ۱۲۲ -
 حسن : ۱۹ -
 حیات عبدالحق : ۴۶ ، ۴۰ -

خ

- حضر رام : ۵۷ ، ۹۳ -
 خطبات عبدالحق : ۱۲ ، ۹۱ ، ۲
 ۲۲ ، ۳۲ ، ۱۱۲ - ۱۲۲
 خطوط عبدالحق : ۱۱۳ -

ڈ

- دامر تہذیب : ۶۲ -
 دریائے اطافت : ۱۱۴ -
 دی اشنورا انگلش اردو لکھنوری :
 - ۱۱۱

ڈ

- ذکر سیر : ۱۱۲ -
 ذوق و شوق : ۶۲ -

ڈ

- رسویں یہ خودی : ۴۸ -

ڈ

- زمیندار : ۵۸ -

كشنر عشق : ١١٢ -
كشنر بند : ١١١ -

ل

لاجور ، ماضي اور حال : ١٣١ -
لغتِ کبیر : ١١٢ -

م

متوی خواب و خیال : ١١٢ -
متوی کلم راوی بدم راوی : ٢٥ -
مہ ایال : ٣١ -
مخزن : ٣٦ ، ٣٤ ، ٣٢ -
مخزن نکات : ١١١ -
مرحوم دبل کالج : ١١٢ -
مرثی زبان بر نارس کا اثر : ١١٢ -
مسعود مرحوم : ٣١ -
سلام آڑٹ لک : ٥٨ -
 Stephanی ایال : ٣٦ ، ٣٤ ، ٣٢ - ٦٥ - ١٣١ -

معراج العاشقین : ٢٣ -

مقامات عبدالحق : ١١٢ -
مقدمہ تاریخ سالنس : ٥٣ -
مکونیات بابے اردو : ١١٢ -
مکونیات عبدالحق : ١١٢ -
ملتی بیضا ہر ایک عمران نظر : ٥٦ -

ملک الشمرا بجاپور ، نصری : ١١٢ -

ع

عالیگیر : ٥٨ -
علم الائتماد : ٣٦ ، ٥٢ ، ٥٦ - ١٣١ -

ف

فکر و نظر : ٢٥ -
فلسطينی عرب سے : ٦٣ -
فلسطین حجم : ٦٥ -

ق

قدیم اردو : ١١٢ -
قرآن پاگ : ١٠٩ ، ١٠٦ -
قطب مشتری : ١١٢ -
قومی زبان : ١٠ ، ١٣ ، ١٩ ، ٢٤
١٢ ، ١٩ ، ٢١ ، ٢٣ ، ٢٤ ، ٢٦ -
٣ ، ٣ ، ١١ ، ١٠٦ ، ١٣٢ -

ک

کالفنیس گرٹ : ١١٩ -
کلیساں ایال : ٩٩ ، ٢٨ -
کنلر راوی : ٦٥ -
کوئر تود : ٥٨ -
کینہ : ٣٤ -

گ

گہنی ستر : ٢٣ -

•

- بسم الله : ۱۳۹ -
بسم الله : ۲۳ -
بسم الله : ۶۵ ، ۵۸ ، ۱۰ -
بندی بھوں کا قومی گیت : ۳۰ -
- ۲۶ -

ی

- بورب اور سوریا : ۶۲ -

ن

- نالہ فراق : ۴۱ -
لطشے اور البال : ۳۱ -
نقوش : ۵۸ ، ۱۳۲ -
نکات الشمرا : ۱۱۱ -
لما شوالہ : ۱۲ ، ۲۲ ، ۲۶ ، ۲۲۲ ، ۲۲۴ -
- ۹۶ -
لیرنگ خجال : ۵۸ ، ۲۴ -
و

- والدہ مرحومہ کی یاد میں : ۶۵ -

